حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور علم حدیث

سراج الامۃ امامنا الاعظم قدوتنا الافخم سیدنا ومولانا المحترم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں بغداد کے جیلخانہ میں واصل بحق ہوکر اعلیٰ علیین کو روانہ ہوئے۔

کوفہ ملک عراق کا ایک شہر ہے۔ عہد فاروقی میں فاتح ایران حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب عراق کو فتح کیا تو ~~وہ عہد خلافت فاروقی تھا~~ تو امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے ۱۷ھ میں کوفہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اس میں نومسلموں اور قبائل فصحائے عرب کو آباد کیا گیا، کوفہ اس زمانے یعنی عہد فاروقی میں فوجی چھاؤنی تھا، اور چونکہ یہ نومسلم افراد کا مسکن تھا اس لئے ان کی تعلیم و تربیت کی طرف حضرت فاروق اعظم رض کو خصوصی توجہ ہوئی۔ تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد کو وہاں سکونت اختیار کرنے کا بھی حکم دیا، چنانچہ ایک بڑی تعداد حضرات صحابہ کی وہاں پہنچ گئی، اور انہوں نے کوفہ کو اپنا وطن بنالیا۔

علامہ ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ

ستر بدری صحابہ اور تین سو بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ کوفہ میں تشریف فرما ہوئے تھے (دفاع ابو حنیفہ)

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ

نزل الکوفۃ الف وخمسون رجلًا — حضرات صحابہ میں سے ایک ہزار
من الصحابۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم — اور پچاس صحابہ اور ۲۴ بدری
اربعۃ وعشرون من اہل البدر — صحابہ کوفہ میں تشریف فرما ہوئے ہیں

یہاں تک کہ کوفہ کو وطن بنانے والے صحابہ کرام کی تعداد امام عجلی رح نے ایک ہزار پانچ سو بتائی ہے، اس تعداد میں وہ صحابہ شامل نہیں ہیں جو عارضی طور پر کوفہ آئے اور پھر کہیں منتقل ہو گئے۔

کوفہ میں مقیم ہونے والے حضرات میں حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابو موسی الاشعری، حضرت عبد اللہ بن اوفی، حضرت عبد اللہ بن الحارث بن الجزء وغیرہم رضی اللہ عنہم بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ علی الخصوص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے میں چھٹا نمبر تھا۔ آپ کا نام عبد اللہ کنیت ابو عبد الرحمٰن اور ابن ام عبد والد کا نام مسعود تھا، جو جاہلیت ہی میں انتقال کر چکے تھے۔ ماں کا نام ام عبد تھا۔ یہ بھی مسلمان ہو گئی تھیں۔ اسی لئے ماں کی طرف بھی نسبت کی جاتی ہے۔ کبھی آپ کو صرف عبد اللہ (مطلقاً) کہا جاتا ہے۔ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں شروع ہی سے رہنے لگے تھے۔ حضور کی خدمت کو اپنا فرض منصبی اور سعادت سمجھتے سفر و حضر میں آپ کے ہمراہ رہتے وضو کے پانی اور مسواک جوتیاں پہنانے اور اتارنے کی خدمت انہیں کے ذمہ تھی۔ ایک مرتبہ حضور نے ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا

"انک غُلَیِّمٌ مُعَلَّم" یعنی بیشک تو اس وقت نو عمر ہے مگر علم دیا گیا ہے

اس وقت ان کی عمر پندرہ سال کی تھی۔

عبد اللہ بن مسعود اور ان کی والدہ اس کثرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تو فرماتے ہیں کہ ایک مدت تک ہم کو یہی گمان تھا کہ عبد اللہ بن مسعود خاندان نبوت کے ایک فرد ہیں۔ (ترمذی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی توجہ اور خود ان کی علمی و عملی ذوق و شوق اور سنت مبارکہ کی اتباع کی برکت سے ان کا یہ حال ہو گیا تھا کہ رفتار و گفتار، عادات و اطوار، اعمال و اخلاق اور تمام دینی امور میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل نمونہ بن گئے تھے، چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ما کان رجل اشبہ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — کوئی شخص سیرت، سکینت، وقار، اور دینی
ھدیا ودلا وسمتا من عبد اللہ بن مسعود — امور پر استقامت میں عبد اللہ بن مسعود سے زیادہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں تھا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

رضیت لامتی ما رضی لہا ابن ام عبد — میں اپنی امت کے لئے ان چیزوں
وسخطت لہا ما سخط لہا ابن ام عبد — کو پسند کرتا ہوں جن کو عبداللہ بن مسعود
پسند کریں۔ اور ان چیزوں کو
ناپسند کرتا ہوں جن کو عبداللہ
بن مسعود ناپسند کرتے ہیں"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ما حدثکم ~~عبد اللہ~~ ابن مسعودٍ — عبداللہ بن مسعود جو کچھ تم سے بیان کریں
فصدقوہ (ترمذی) — تو تم اسکی تصدیق کرو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بہترین اور عمدہ آواز اور عمدہ انداز تلاوت قرآن عطا فرمایا تھا۔ علامہ ذہبی نے طبقات القراء میں لکھا ہے

کان عبد اللہ یساوی بتجوید القرآن — قرآن پاک کی تجوید اور عمدہ آواز
مع حسن الصوت۔ — کے ساتھ قراءت میں عبداللہ سردار تھے"

بخاری شریف میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

استقرؤا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ بن مسعود — قرآن چار آدمیوں سے سیکھو۔ عبداللہ بن مسعود
وسالم مولیٰ ابی حذیفۃ وابی بن کعب ومعاذ بن جبل — سالم مولیٰ ابو حذیفہ ابی بن کعب

اور معاذ بن جبل سے"

اس روایت کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ ان چاروں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا اس لئے میں ان سے محبت کرنے لگا اور برابر محبت کرتا رہوں گا"

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ما اقرأکم عبد اللہ فاقرءوا — عبداللہ بن مسعود تم کو جو پڑھائیں وہ پڑھو

ابن وہب فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مجمع میں بیٹھا تھا ناگہاں ایک دبلے پتلے آدمی آئے۔ امیر المومنین ان کو دیکھتے رہے اور ان کا چہرہ خوشی سے چمکتا رہا پھر جوش مسرت میں فرمایا

کنیف ملئ علماً — گٹھلا ہے جو علم سے لبریز ہے" یہ عبداللہ بن مسعود تھے رضی اللہ عنہ

امیر المومنین جب ان کو کوفہ بھیجنے لگے تو اہل کوفہ سے فرمایا (میں عبداللہ کے علم سے مستغنی نہیں ہوں مجھے ان کے علم کی ضرورت ہے) مگر میں نے

آثرتکم بعبد اللہ بن مسعودٍ — عبداللہ کو تمہارے سپرد کر کے اپنے
علیٰ نفسی — اوپر تم کو ترجیح دی ہے اور ایثار کیا ہے"

صحیح مسلم میں ہے کہ

ابو موسیٰ وابو مسعود الانصاری قال — حضرت ابو موسیٰ اور حضرت ابو مسعود الانصاری
احدھما لصاحبہ حین مات ابن مسعود — نے میں سے ایک نے جب عبداللہ بن مسعود کا

اتراہ ترک لبعدہ مثلہ؟ فقال ان
قلت ذلک ان کان لیؤذن لہ
اذا حجبنا ویشھد اذا غبنا

انتقال ہوا۔ دوسرے سے کہا کہ
تمہاری رائے میں کیا انہوں نے
اپنا مثل کسی کو چھوڑا ہے؟
تو دوسرے نے جواب دیا کہ یہ پوچھتے ہو
تو جواب یہ ہے) کہ جس وقت (
(دربار نبوی) میں ہمیں اجازت
نہ ملتی تو ان کو اجازت ملتی۔
اور جب ہم غیر حاضر ہوتے تو یہ
(آستانۂ نبوی) میں حاضر
ہوتے تھے، (تو پھر ان کا نظیر
اور مثل کون ہو سکتا ہے)

غرضکہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شخصیت حضرات صحابہ کی جماعت میں بڑی علمی اور عظیم الشان تھی، اسلام لانے میں ان کا چھٹا نمبر تھا۔ صاحب ہجرتین تھے۔ حبشہ کو بھی ہجرت کی تھی۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کو بھی ہجرت کی۔ ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت با برکت کا شرف حاصل تھا۔ آپ کو دربار نبوی میں ہر وقت آنے جانے کی اجازت تھی۔

قرآن پڑھنے پڑھانے سے بے حد شغف اور اہتمام تھا۔ اسلامی تعلیمات اور تفسیر قرآن اور فقہ میں امتیازی مقام حاصل تھا۔ آپ کا شمار بڑے علماء میں تھا۔ کوفہ میں اہل کوفہ کی تعلیم وتربیت کے لئے اور وہاں قرآن، حدیث اور فقہ کی نشر واشاعت کے لئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو منتخب فرمایا ساتھ ہی ساتھ فقہاء صحابہ کی مذکورۃ الصدر جماعت کو روانہ فرمایا۔ پھر کیا تھا سرزمین کوفہ کا مقدر جاگا، قال اللہ قال رسول اللہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ گلی اور کوچوں میں قرآن وحدیث کا چرچا ہونے لگا، علوم نبوت کی نشر واشاعت ہونے لگی انوار نبوت سے محلہ محلہ گھر گھر جگمگانے لگا۔ محلہ محلہ علم حدیث کی درسگاہ بن گئی، گھر گھر میں علم حدیث کا چرچا تھا، عزیز حکیم تبارک و تعالیٰ شانہ کی حکمت بالغہ کا ظہور ~~کے آثار نمایاں ہونے لگے~~، وآخرین منھم لما یلحقوا بہم کے مصداق کے ظہور کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ علامہ ابو محمد الرامہرمزی نے اپنی کتاب "المحدث الفاصل" میں حضرت انس بن سیرین کا مقولہ نقل کیا ہے کہ
اتیت الکوفۃ فوجدت بہا اربعۃ الاف یطلبون الحدیث واربع مائۃ قد فقھوا
میں کوفہ آیا تو وہاں میں نے چار ہزار طلباء حدیث کو پایا جو حدیث کی طلب میں مشغول تھے جن میں چار سو ایسے تھے جو فقیہ بھی ہو گئے تھے
علامہ تاج الدین سبکی "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں حافظ ابوبکر بن داؤد کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں کوفہ پہنچا تو میرے پاس ایک درہم تھا۔ میں نے اس سے

تیس قدر لوبیے خریدے۔ ہر روز ایک مُد لوبیا کھاتا اور حضرت اشیخ سے ایک ہزار حدیثیں روزانہ لکھتا رہا ہتک کہ ایک مہینہ میں تیس ہزار احادیث کا مجموعہ تیار ہو گیا" اندازہ کیجیے کہ جس شہر میں ایک ماہ میں صرف ایک استاد سے تیس ہزار حدیثیں لکھی جاتی ہوں وہاں علم کی وسعت کا کیا حال ہوگا، ع قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنہ ۲۰ھ میں کتاب و سنت اور تفقہ فی الدین کی تعلیم و تربیت کے لئے کوفہ بھیجا تھا۔ انہوں نے خلیفۂ ثالث سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک بڑھ کر بے انتہاء توجہ و انہماک اور محنت کے ساتھ اہل کوفہ کو قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم دی۔ آخری عمر تک کوفہ میں مقیم رہے اور اس شہر کو علم حدیث اور فقہ سے بھر دیا۔ انوارِ نبوت کی پوری زور شور سے اشاعت فرمائی۔ اور یہاں ایسے شاگردوں کی ایک بڑی باکمال جماعت تیار کی جو دن رات علم کی تحصیل اور تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ایسے شاگردوں کی تعداد چوہتر بتائی جاتی ہے۔ حضرت عبد اللہ کی تعلیم و تربیت سے جو علماء تیار ہوئے ان کی تعداد علامہ زاہد الکوثری نے نصب الرایہ کے مقدمہ میں چار ہزار بتائی ہے۔ پھر ساتھ ہی ساتھ کوفہ میں ہزاروں صحابۂ کرام کا ورود ہوا جن میں

جن میں فقہائے صحابہ کی ایک تعداد بھی شامل تھی ان کے فیوض و برکات اور تعلیم و تدریس ان سب کے سبب سے کوفہ فقہاء و محدثین کی کثرت اور علوم قرآن و سنت نیز لغت عربیہ کے ماہرین کی کثرت سے گویا کتاب و سنت اور فقہ کا چمنستان بن گیا اور تمام شہروں میں بے مثال اور بے نظیر بن گیا، اور کوفہ کی یہ حالت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی کوفہ کو تشریف آوری سے قبل ہی ہو چکی تھی۔ کیونکہ سنہ ۳۲ھ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اس کے ۳ برس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سنہ ۳۵ھ میں کوفہ تشریف لائے۔

جس وقت آنحضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے کوفہ میں قدم رنجہ فرمایا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے، تمام میدان بھر گیا، ان کو دیکھ کر فرطِ مسرت سے بے اختیار زبان مرتضوی سے یہ کلمات طیبات صادر ہوئے

رحم اللہ ابن ام عبد قد ملأ حذہ القریۃ علماً — اللہ تعالیٰ ابن ام عبد یعنی عبد اللہ بن مسعود پر اپنی رحمت نازل فرماویں کہ انہوں نے اس بستی کو علم سے بھر دیا۔

نیز فرمایا

اصحاب ابن مسعود سُرُج هذه القریۃ — عبد اللہ ابن مسعود کے شاگرد اس شہر کے چراغ ہیں

امام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب "منہاج السنہ" جلد دوم میں فرماتے ہیں

فان اهل الكوفة التي كانت دارہ کانوا قد تعلموا الایمان والقرآن وتفسيره والفقه والسنة من ابن مسعود وغيره قبل ان يقدم علي الى الكوفة

"کوفہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دار الخلافہ تھا۔ وہاں کے رہنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ سے ایمان، قرآن اور اسکی تفسیر، فقہ اور سنت کا علم کوفہ میں حضرت علی کی تشریف آوری سے قبل ہی حاصل کر چکے تھے۔"

شارح مسلم شیخ الاسلام امام نوویؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں

وهي دار الفضل ومحل الفضلا

کوفہ فضیلت کا گھر اور فضلا کا محل تھا

سفیان ابن عیینہ (المتوفی ۱۹۰ھ) فرماتے ہیں

خذوا الحلال والحرام من اهل الكوفة

حلال و حرام کے مسائل اور احکام اہل کوفہ سے حاصل کرو

تو یہ درحقیقت کوفہ کو ایک مرکزیت کی حیثیت حاصل ہو چکی تھی۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ عبدالجبار بن عباس کہتے ہیں کہ میرے باپ نے حج کے بعد مکہ حضرت عطا سے مسائل دریافت کئے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ تمہارا مکان کہاں ہے؟ عباس نے کہا۔ کوفہ۔ حضرت عطاؒ نے تعجب سے فرمایا کہ تم مجھ سے مسائل دریافت کرتے ہو، حالانکہ

مکہ میں علم کوفہ ہی سے آیا ہے۔" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے وصال کے تین سال کے بعد ۳۵ھ میں جب سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کوفہ میں قدم رنجہ فرمایا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے، تمام میدان بھر گیا۔ ان کو دیکھ کر اور ان کی باتیں سن کر فرط مسرت سے ارشاد فرمایا

رحم الله ابن ام عبد قد ملأ هذه القرية علماً

ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) پر اللہ کی رحمت ہو۔ اس بستی کو انہوں نے علم سے معمور اور لبریز کر دیا۔

پھر فرمایا کہ

اصحاب ابن مسعود سُرُجُ هذه القرية

ابن مسعود کے شاگرد اس بستی کے چراغ ہیں

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی تشریف آوری کے بعد کوفہ کی علمی ترقی اور شہرت میں اور اضافہ ہوا۔ کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود جلیل القدر صحابۂ کرام میں سے ہیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی صحابۂ کرام کے درمیان علم اور فقاہت کے اعتبار سے بہت معروف تھے جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ صحابی نے اپنے شاگرد حضرت عمرو بن میمون کو حکم دیا کہ تم جا کر عبداللہ بن مسعود سے علم حاصل کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مل گئے۔
جسکی وجہ سے کوفہ کا علمی مقام تمام شہروں سے بلندتر ہوگیا۔ کیونکہ یہی دو حضرات صحابہ
کے علوم کا خلاصہ تھے۔ حضرت مسروق بن اجدع فرماتے ہیں۔
شاممت فی الصحابۃ فوجدت علمہم میں نے حضرات صحابہ کے درمیان چکر لگایا اور گہری
ینتھی الی ستۃ (عمر، علی، ابن مسعود نظر سے دیکھا تو سب کے علوم منتہی تھے چھ حضرات
ابی بن کعب، زید بن ثابت و ابی الدرداء) ثم شاممت تک حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت ابی بن کعب
منہم فوجدت علمہم ینتہی الی اثنین حضرت زید بن ثابت حضرت ابوالدرداء
علیؓ و عبداللہ (اعلام الموقعین لابن القیم) پھر دوبارہ گہری نظر سے دیکھا تو ان چھ کے علوم
نووی فی التقریب، سیوطی فی التدریب) ان دو حضرات علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم
میں جمع ہو گئے تھے۔

امام شعبی بھی یہی فرماتے ہیں۔ مگر انہوں نے ابوالدرداء کی جگہ ابوموسیٰ اشعری کا
ذکر کیا ہے۔

حضرت مسروق کے قول کے مطابق حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما
علوم صحابہ کے جامع تھے اور یہ دونوں حضرات کوفہ میں رہے ہیں لہذا کہا جاسکتا ہے
کہ کوفہ میں علوم صحابہ کا خلاصہ جمع تھا، گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے کہ
اسی کوفہ میں چار ہزار طالبانِ حدیث جمع تھے جو دن رات طلب حدیث وفقہ میں
مشغول رہتے تھے جن میں چار سو فقیہ ہوگئے تھے۔ اور جن کا خاص تعلق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تھا گو اوروں سے بھی تھا۔ جن میں چوہتر باکمال شاگرد
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تربیت یافتہ تھے۔ ان میں چھ شاگرد مشہور ہیں
علقمہ، اسود، مسروق، عبیدہ، حارث اور عمرو بن شرحبیل رحمہم اللہ
علمائے کوفہ میں شریح، شعبی، نخعی اور سعید بن جبیر بہت مشہور ہیں۔

حضرت علقمہ

یہ حضرت علقمہ بن قیس بن عبداللہ ہیں
کبار تابعین میں سے ہیں، فقیہ عراق ہیں
حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پیدا ہوئے۔ خلفاء اربعہ
اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت سننا ثابت ہے حضرت
عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن پاک پڑھا۔ انہیں سے تفقہ بھی حاصل کیا۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں، ان کے
متعلق حضرت ابن مسعود کا ارشاد ہے کہ میں جو کچھ پڑھتا اور جانتا ہوں یہ بھی
پڑھتے اور جانتے ہیں

قابوس بن ابی ظبیان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ
کیا بات ہے کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کو چھوڑ کر علقمہ
کے پاس جاتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ عزیزم! میں نے بہت سے صحابہ
کو ان سے مسائل معلوم وفتاویٰ دریافت کرتے ہوئے پایا ہے اس لئے
میں بھی حضرت علقمہ سے استفادہ کرتا ہوں۔

علامہ ذہبی رحؒ فرماتے ہیں کہ تمام عادات اور علم وفضل میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے، حضرت ابن مسعود رضؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں جو خصوصیت تھی وہ ہی خصوصیت حضرت علقمہ کو ابن مسعود رضؓ کے ساتھ تھی، جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اخلاق واعمال، سیرت وکردار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ تھے اسی طرح حضرت علقمہ بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نمونہ تھے۔ یوں تو حضرت علقمہ سفر میں بھی اپنے شیخ کے ساتھ رہتے تھے لیکن اگر کسی مجبوری سے سفر میں نہ جا سکتے تو کسی خاص آدمی کو ساتھ کر دیتے تاکہ سفر کے حالات ومعمولات سے بھی ناواقفیت نہ رہے،

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود رضؓ حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور حضرت علقمہ کسی عذر کی وجہ سے ہمراہ نہ جا سکے تو مجھ کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اور فرمایا کہ ان کے ساتھ رہو اور جو کچھ دیکھو اور سنو اس سے مجھے مطلع کرنا

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ حضرت خباب تشریف لائے اور کہا کہ اے ابن مسعود! کیا یہ آپ کے جوان شاگرد آپ کی طرح قرآن پڑھ سکتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے فرمایا علقمہ سے کہا کہ پڑھو، حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ کہیں تو کسی سے پڑھوا کر سنوا دوں۔ حضرت خباب نے کہا ضرور، حضرت ابن مسعود نے علقمہ سے کہا پڑھو۔ علقمہ فرماتے ہیں

کہ میں نے سورہ مریم کی پچاس آیتیں پڑھیں۔ ابن مسعود نے حضرت خباب سے کہا۔ کیا رائے ہے؟ حضرت خباب نے فرمایا بہت خوب پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا جو کچھ میں پڑھتا ہوں وہ ہی یہ بھی پڑھتے ہیں۔ اس واقعہ سے حضرت علقمہ کی تعریف تو ہوئی ہی لیکن یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل کمال حضرت عبداللہ کا ہے کہ شاگرد کو کامل بنا دیا

حضرت علقمہ طلب علم کے لئے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس ملک شام گئے، اور حضرت عمر، حضرت زید اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ اور حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا علم کوفہ میں حاصل کیا علقمہ ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے سارے شہروں کے علوم کو جمع کیا۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی سنہ ۶۲ھ میں انتقال ہوگیا

نور اللہ مرقدہ وبرد مضجعہ

امام نخعی فقیہ العراق

ابراہیم نخعی کی ولادت سنہ ۵۰ھ اور وفات سنہ ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں ہوئی

بچپن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علقمہ، اسود، مسروق اور ایک جماعت سے روایت کی، ان کے شاگرد حماد بن سلیمان جو فقیہ اور ایک مخلوق ہے۔ با اخلاص علماء میں سے تھے، مغیرہ کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی کی علمی عظمت وجلال کا رعب سلاطین جیسا تھا۔

ان کی ہیبت ہمارے قلوب میں ایسی تھی جیسے دوسروں کے قلوب میں امیر کی ہوتی ہے

امام اعمش کہتے ہیں کہ بارہا میں نے دیکھا کہ نماز پڑھ کر آئے تو کچھ دیر کے لئے مریض جیسے معلوم ہوتے تھے، اور یہ بھی فرمایا کہ فن حدیث کے امام ہیں، اور اس قدر کمال اور تبحر حاصل تھا کہ صیرفی الحدیث کے خطاب سے مشہور ہوئے، شہرت سے بچتے تھے ممتاز جگہ نہ بیٹھتے تھے، امام شعبی کو جب انکی وفات کی خبر ملی تو کہا کہ اپنے بعد اپنے جیسا کسی کو نہ چھوڑا

عبدالملک بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا وہ کہتے تھے کیا ابراہیم کے ہوتے ہوئے مجھ سے مسائل پوچھتے ہو یعنی میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں وہ کافی ہیں

ابراہیم نخعی کی بیوی فرماتی ہیں کہ ایکدن روزہ رکھتے ایکدن افطار "افضل الصیام صوم داؤد" پر عمل فرماتے تھے

تہذیب التہذیب میں ابو المثنیٰ سے منقول ہے کہ حضرت علقمہ فضل وکمال میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا نمونہ تھے اور ابراہیم نخعی تمام علوم میں علقمہ کا نمونہ تھے،

ابونعیم نے سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ امام شعبی جب ۹۵ھ میں حضرت ابراہیم کے جنازہ میں شریک ہوئے تو ایک آدمی کو مخاطب بنا کر کہا کہ تم نے سب سے زیادہ فقیہ کو دفن کیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ حسن بصری سے بھی زیادہ فقیہ تھے تو امام شعبی نے کہا حسن بصری سے بھی بلکہ سب بصرہ اور کوفہ اور اہل شام وحجاز والوں سے بھی زیادہ، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

حماد بن سلیمان الکوفی

حماد جو ولاء کے اعتبار سے اشعری کہلاتے ہیں کیونکہ آپ ابراہیم بن ابی موسیٰ الاشعری کے مولیٰ (یعنی آزاد کردہ غلام) تھے، کوفہ میں پرورش پائی، ابراہیم سے فقہ کا علم حاصل کیا، اور ابراہیم کے فقہ میں سب سے زیادہ مہارت حاصل کی [illegible]، ساتھ ہی ساتھ امام شعبی سے بھی فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور ان دونوں حضرات نے قاضی شریح، علقمہ بن قیس اور مسروق بن اجدع رحمہم اللہ سے استفادہ کیا اور یہ سب حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے فقہ کے وارث قرار پائے،

عبدالملک بن ایاس شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے پوچھا کہا [illegible] فتویٰ دینے لگے آپ کے بعد کس سے ہم کچھ دریافت کریں تو ابراہیم نے کہا حماد سے

مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے کہا حماد تو فتویٰ دینے لگے تو ابراہیم نے کہا کہ فتویٰ دینے سے ان کو کیا چیز مانع ہے؟ جبکہ انہوں نے مجھ سے تنہا اتنے مسائل دریافت کیے ہیں کہ تم سب نے مل کر اس کا دسواں حصہ کو دریافت نہیں کیا ہے، مطلب یہ کہ وہ اہل ہیں فتویٰ دے سکتے ہیں،

ابن شبرمہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک علم کے بارے میں حماد سے زیادہ کوئی قابل اعتماد نہیں، معمر کہتے ہیں کہ میں نے زہری، حماد اور قتادہ سے زیادہ کسی کو واقف نہیں دیکھا، عجلی کہتے ہیں کہ حماد کوفی ہیں ثقہ ہیں،

ان کو بالاتفاق حدیث و فقہ کا امام مانا گیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
کے علوم کے حافظ سمجھے جاتے تھے، صحیح مسلم، ابوداؤد، اور ترمذی میں ان کی روایات
موجود ہیں، انہوں نے حضرت انس حضرت زید بن وہب، سعید بن المسیب
عکرمہ، ابووائل، ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہم کے علوم حاصل
کیے سنہ ۱۲۰ھ میں راہی ملک بقا ہوئے، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

چونکہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام سند یہ ہے ابوحنیفہ عن حماد عن
ابراہیم النخعی عن علقمہ عن عبداللہ بن مسعود اس لئے مختصر طور پر میں نے اس پر بھی
روشنی ڈال دی اور اس سند کی حیثیت بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ
کوفہ کو علوم اسلامیہ کے سرچشمہ قرآن، حدیث اور فقہ کے معاملہ میں ایک
مرکزیت حاصل ہوگئی تھی، بڑے بڑے علماء و مشائخ سے کوفہ بھرا ہوا تھا۔
اسماء الرجال کی کتب، تاریخ خطیب، طبقات السبکی، تذکرۃ الحفاظ، معرفۃ علوم
الحدیث، تہذیب التہذیب اور البدایہ والنہایہ میں کوفہ کے محدثین کی تعداد سینکڑوں
سے متجاوز مذکور ہے، صرف تذکرۃ الحفاظ ہی کو لے لیجئے جس میں علامہ ذہبی نے
"الکوفی" یا نزیل الکوفہ کے لقب سے ۲۵۷ھ تک کے ۹۷ محدثین کا تذکرہ کیا ہے
جو حفاظ حدیث بھی تھے اور جن کے ناموں کے ساتھ القدوہ، الامام
المحدث اور بعض کے نام کے ساتھ الحافظ، الحجہ، الثقہ اور کسی نام کے
ساتھ شیخ الاسلام، محدث الکوفہ جیسے توصیفی کلمات لگا کر اپنی

عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے۔ (۵ ملم)

امی علوم قرآن و حدیث اور فقہ سے معمور شہر کوفہ میں مصداق ارشاد ربانی
وآخرین منہم لما یلحقوا بہم آلآیۃ، فخر التابعین، رأس المجتہدین،
رئیس المتکلمین، امام المحدثین والفقہاء، رأس الاتقیاء سید الاذکیا
ناصر سنت نبویہ سراج امت محمدیہ، سیدنا الامام الاعظم ابوحنیفہ نعمان
ابن ثابت رحمۃ اللہ علیہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے یہیں پرورش پائی
زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا کہ نطق نے بوسے مری زباں کے لئے
یہیں کے شیوخ و اساتذہ سے علم حاصل کیا، جس وقت آپ پیدا ہوئے کوفہ
میں حضرات صحابہ کرام کی ایک جماعت زندہ موجود تھی
حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ادرک الامام ابوحنیفۃ جماعۃ امام ابوحنیفہ نے حضرات صحابہ کی
من الصحابۃ لانہ ولد بالکوفۃ ایک جماعت کو دیکھا ہے کیونکہ وہ کوفہ میں
سنۃ ثمانین من الہجرۃ وبہا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، اور کوفہ میں اس وقت
الصحابۃ یومئذ من الصحابۃ حضرات صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ
عبداللہ بن ابی اوفی فانہ مات بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ موجود تھے، کیونکہ بالاتفاق
بعد ذلک بالاتفاق وبالبصرۃ وہ اس کے بعد فوت ہوئے ہیں، اور بصرہ میں
یومئذ انس بن مالک ومات اس وقت حضرت انس بن مالک تھے

سنة تسعين او لعلها، وقد اورد ابن سعد — ان کی وفات ۹۰ھ یا اس کے بعد ہوئی ہے
بسند لا بأس به ان ابا حنيفة رح رأى — علامہ ابن سعد نے صحیح سند سے نقل کیا ہے کہ
انسا وكان بقية حضرين (عبد الله بن اوفی — حضرت امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رض کو دیکھا ہے
وانس رض) احياء في البلاد وقد جمع بعضهم — اور ان دو کے علاوہ بھی شہروں میں حضرات
جزءا فيما ورد من رواية ابي حنيفة عن — صحابہ کرام رض زندہ تھے اور بعض حضرات نے
الصحابة لكن لا يخلو اسناده من ضعف — امام ابو حنیفہ رح کی حضرات صحابہ کی سے روایت
والمعتمد على ادراكه ما تقدم وعلى رؤيته — کے سلسلے میں جزء بھی جمع کیا ہے۔ لیکن
لبعض الصحابة ما اورده ابن سعد في — اس کی سند ضعف سے خالی نہیں، معتبر
الطبقات فهو بهذا الاعتبار من طبقة — بات یہی ہے کہ انہوں نے بعض صحابہ کو دیکھا ہے
التابعين ولم يثبت ذلك لاحد من — جیسا کہ علامہ ابن سعد نے طبقات میں نقل
ائمة الامصار المعاصرين له الخ — کیا ہے۔ سو وہ اس اعتبار سے طبقہ تابعین
(الكلام المفيد بحوالہ مقدمہ تحفۃ الاحوذی) — میں شامل ہیں۔ اور ان کے معاصر ائمہ کرام
میں سے جو شہروں میں موجود تھے کسی ایک کو بھی یہ شرف حاصل نہیں ہے۔

علامہ ذہبی رح مناقب ابی حنیفہ رح وصاحبیہ رح ص ۷، ۸ پر فرماتے ہیں۔

ولد في سنة ثمانين في خلافة عبد الملك — امام ابو حنیفہ رح ۸۰ھ میں عبد الملک بن مروان
بن مروان بالكوفة وذلك في حياة جماعة — کی خلافت میں پیدا ہوئے۔ اس وقت حضرات
من الصحابة رضي الله عنهم وكان من التابعين — صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت زندہ تھی

لهم ان شاء الله باحسان فانه صح — اس لحاظ سے وہ ان شاء اللہ تابعین بالاحسان
انه رأى انس بن مالك اذا — میں شامل ہیں تو بلا شبہ یہ صحیح ہے کہ وہ
قدمها انس رض۔ قال محمد بن سعد — انہوں نے حضرت انس رض کو جب وہ کوفہ
حدثنا سيف بن جابر رض انه سمع — تشریف لائے دیکھا ہے۔
ابا حنيفة يقول رأيت انسا رض — امام محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ
مجھ سے سیف بن جابر رح نے بیان کیا کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ سے سنا انہوں نے
فرمایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے"

علامہ ابن حجر مکی شافعی شارح مشکوۃ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی
کے فتاویٰ سے ناقل ہیں۔

انه ادرك جماعة من الصحابة كانوا — امام ابو حنیفہ نے حضرات صحابہ کی ایک جماعت کو پایا
بالكوفة بعد مولده بها سنة ثمانين فهو — جو کوفہ میں تھی، جبکہ وہ ۸۰ھ میں وہاں
من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك — پیدا ہوئے، اور یہ بات ان کے معاصر ائمہ
لاحد من ائمة الامصار المعاصرين له — امصار میں سے کسی کی نسبت جیسے کہ اوزاعی
كالاوزاعي بالشام والحمادين — کی نسبت جو کہ شام میں تھے، اور حمادین
بالبصرة والثوري بالكوفة ومالك بالمدينة — (حماد بن سلمہ اور حماد بن زید) کی نسبت
المشرفة والليث بن سعد بمصر — جو بصرہ میں تھے، اور سفیان ثوری کی نسبت
(الخيرات الحسان فصل سادس) — جو کوفہ میں تھے، اور لیث بن سعد کی نسبت جو
امام مالک بن انس کی نسبت

[illegible]

جو مدینہ میں تھے، اور لیث بن سعد کی نسبت جو مصر میں تھے ثابت نہیں ہوئی"

علامہ ابن حجر مکی شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں

ادرک الامام الاعظم ثمانیۃ من الصحابۃ امام اعظم نے آٹھ صحابہ سے ملاقات کی ہے

معجم المصنفین میں ہے کہ

امام صاحب کی ملاقات ۲۷ صحابہ سے ہوئی ہے۔

الغرض بطور نتیجہ ان اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ شرف تابعیت سے مشرف ہیں، اور اس فضیلت کے مستحق ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طوبیٰ لمن رآنی ورآی من رآنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

طوبیٰ ہے جس نے مجھ کو دیکھا اور اس کے

لئے ہے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا"

اور یہ وہ شرف ہے کہ دیگر ائمہ آپ کے اس شرف میں شریک نہیں،

مختصر یہ کہ امام ابن سعدؒ نے طبقات میں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ابن حجر نے فتاویٰ پر سوال کے جواب میں، حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں، علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں، علامہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں، علامہ سیوطی نے "تبییض الصحیفہ" میں امام ابو حنیفہ کے تابعی ہونے کا واضح طور پر اعتراف کیا ہے،

~~حافظ مزی کا خیال ہے کہ یہ روایت متعدد طرق~~

بعض صحابہ سے امام اعظم کی مرویات

مشہور مورخ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب "البدایۃ والنہایۃ" ج ۱۰ ص پر ذکر کیا ہے کہ

وذکر بعضہم انہ روی عن سبعۃ من الصحابۃ بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے سات حضرات صحابہ سے روایت کیا ہے،

حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی کا ارشاد اس سے قبل گزر چکا ہے کہ

وقد جمع بعضہم جزءً فیما ورد من روایۃ ابی حنیفۃ عن الصحابۃ لکن لایخلو اسنادہ من ضعف اور بعض حضرات نے امام ابو حنیفہ کی بعض صحابہ کرام کی روایت کے سلسلے میں جز بھی جمع کی ہے لیکن اس کی سند ضعف سے خالی نہیں"

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اعتراف تو کر ہی لیا کہ امام صاحب نے حضرات صحابہ سے روایت کی ہے ہاں یہ فرما دیا سند اسکی ضعف سے خالی نہیں تاہم موصوف نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ روایات موضوع اور باطل ہیں، اگر فضائل ومناقب میں ضعیف روایات کو گوارا کیا جا سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان روایات سے امام صاحب کی فضیلت علمی ظاہر نہ ہو۔

علامہ سیوطی شافعیؒ نے اپنی کتاب "تبییض الصحیفہ بمناقب ابی حنیفہؒ" میں متعدد روایات نقل کی ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس، حضرت عبداللہ بن اوفی، حضرت عبداللہ بن حارث بن الجزء

حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت واثلہ بن اسقع اور حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم
سے روایات سنیں، حافظ ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری" نے ایک مستقل
رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے۔ اور اس میں امام ابوحنیفہؒ کی وہ روایات جمع
کی ہیں جو انہوں نے براہ راست صحابہ کرام سے سنیں، اس کتاب میں دوسرے صحابہ
کے علاوہ حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت معقل بن یسارؓ سے بھی امام ابوحنیفہؒ کا
سماع ثابت کیا گیا ہے

علامہ خوارزمی "تنسیق النظام" میں فرماتے ہیں

اتفق العلماء علی انہ روی عن — علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام صاحب نے
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — حضرات صحابہ سے روایات نقل کی ہیں۔ لیکن
لکنہم اختلفوا فی عددھم — ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے "تبییض الصحیفہ" میں ایک روایت حافظ ابو معشر کے حوالہ
سے نقل کی ہے۔

ابوحنیفۃ عن انس بن مالک — امام ابوحنیفہؒ سے انس بن مالکؓ سے روایت
قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم — کو سنا فرماتے تھے کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے،

اس روایت کے بارے میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ صحیح کے درجہ تک پہنچی ہے
اور حافظ مزی کا خیال ہے کہ یہ روایت تعدد طرق کی بنا پر حسن کے درجہ میں آگئی ہے۔

حضرت ملا علی قاری "ذیل الجواہر ج ۲ ص ۴۵۱" پر رقمطراز ہیں

وقد ثبت رؤیتہ لبعض الصحابۃ — امام ابوحنیفہ کا بعض حضرات صحابہ کو دیکھنا تو بلاشبہ
واختلف فی روایتہ منہم و — ثابت ہے۔ لیکن ان کی حضرات صحابہ کرام سے روایت کرنے میں
المعتمد ثبوتہا (الی قولہ) فھو — اختلاف ہے۔ اور قابل اعتماد بات یہی ہے کہ ان کی
من التابعین الاعلام کما صرح — ان سے روایت ثابت ہے (پھر فرمایا) تو ثابت ہوا
بہ العلماء الاعیان — کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ بڑے تابعین میں سے ہیں جیسا کہ
علماء کی بڑی شخصیتوں نے اسکی تصریح کی ہے"

امام ابن عبدالبر نے "جامع بیان العلم" اپنی سند کے ساتھ جس میں احمد بن الصلت الحمانی
ہیں سے بیان کیا ہے کہ

قال ابوحنیفۃ سمعت عبداللہ بن الحارث — جس نے اللہ کے دین میں فقاہت پیدا کرلی
بن الجزء یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ — اللہ اس کے رنج وفکر میں کافی ہو جاتا ہے
وسلم من تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ — اور اسکو ایسے مقام سے رزق دیتا ہے
ھمہ ورزقہ من حیث لایحتسب — جہاں سے اسکو گمان نہیں ہوتا۔

ملا علی قاری۔ بحوالہ علامہ کردری ناقل ہیں

والصحابۃ اثبتوہ بالاسانید — اور امام صاحب کے شاگردوں نے صحابہ سے امام صاحب
الصحاح الحسان۔ وھم اعرف — کی روایت کو صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے
باحوالہ منہم والمثبت اولی من النافی — اور وہ امام صاحب کے احوال کے زیادہ عارف تھے
اور مثبت نافی سے اولیٰ ہے۔

مشہور محدث شیخ محمد طاہر ہندی بحوالہ المغنی للکرمانی لکھتے ہیں

والصحابۃ یقولون انہ لقی جماعۃ من الصحابۃ ورویٰ عنہم

امام صاحب کے تلامذہ کہتے ہیں کہ امام صاحب نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی اور ان سے روایت کی ہے۔

مشہور و مسلم محدث حضرت عبداللہ بن المبارکؒ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں

کفیٰ النعمان فخراً مارواہ من الاخبار من غرر الصحابۃ

"یعنی نعمان یعنی امام ابوحنیفہؒ کے فخر کے لئے کافی ہے کہ انہوں نے شرفاء صحابہ سے روایت کی"

ان اقوال سے ثابت ہوا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابتؒ شرف تابعیت سے مشرف تھے یہ وہ شرف ہے کہ جس میں بقیہ ائمہ ثلاثہ حضرت امام شافعی محمد بن ادریس شافعیؒ، امام مالک بن انسؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور بالجملہ ائمہ میں سے کوئی شریک نہیں، اور آپ سب میں ممتاز ہیں، ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، واللہ ذو الفضل العظیم۔

دوسری امتیازی خصوصیت

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی دوسری امتیازی شان یہ ہے کہ آپ حق تعالیٰ کی بشارت "واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم" الآیۃ کے مصداق ہوئے

صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف نیز ترمذی شریف میں ہے

عن ابی ھریرۃ قال کنا جلوساً عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ نزلت علیہ سورۃ الجمعۃ فلما قرء وآخرین منھم لما یلحقوا بھم، قالوا من ھؤلاء یا رسول اللہ فلم یراجعہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی سأل مرتین او ثلاثاً قال وفینا سلمان الفارسی قال فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من ھؤلاء (صحیح مسلم ص ۳۰۲ ج ۲)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے ناگہاں آپ پر سورہ جمعہ نازل ہوئی، پھر آپ نے لوگوں کے سامنے وآخرین منھم لما یلحقوا بھم پڑھا تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہ وآخرین منھم کون ہیں یا رسول اللہ! تو آپ نے کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ دو مرتبہ یا تین مرتبہ (سوال کیا) راوی فرماتے ہیں کہ ہمارے درمیان سلمان فارسیؓ بھی موجود تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان کے اوپر رکھ کر فرمایا اگر ایمان ثریا کے پاس بھی چلا گیا ہوگا تو ان کے کچھ آدمی ضرور اس کو پالیں گے (صحیح مسلم ص ۳۰۲ ج ۲)

مسند احمد میں ایک دوسری سند کے ساتھ یہ الفاظ بھی منقول ہیں

لو کان العلم بالثریا لتناولہ ناس من ابناء فارس

اگر علم ثریا میں بھی ہوگا تو فارس کے لوگ اسے پالیں گے

اور ابونعیم نے حضرت ابوہریرہؓ سے اور شیرازی و طبرانی نے قیس بن سعد بن عبادہ سے اس لفظ سے روایت ... طبرانی

کیا ہے۔

لوکان العلم معلقاً عند الثریا — اگر علم ثریا کے پاس لٹکا ہوا ہوگا تو اس کو

لتناولہ رجال من ابناء فارس — ابناء فارس سے چند لوگ اسکو لے آوینگے"

اور طبرانی کی روایت قیس سے اس طرح ہے

لاتنالہ العرب لنالہ رجال — یعنی عرب نہ پاسکیں، البتہ چند اشخاص

من ابناء فارس — ابنائے فارس سے اسکو پاسکیں"

اور مسلم شریف میں ایک روایت ابو ہریرہ رضی سے اسطرح ہے

لوکان الایمان عند الثریا — اگر ایمان ثریا کے نزدیک بھی ہوگا تو ضرور

لذھب بہ رجل من ابناء — ابناء فارس میں سے ایک شخص

فارس حتی یتناولہ — اس کو لے جائیگا یہاں تک کہ اسکو پالے گا"

اور شیخین یعنی بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی سے یہ روایت ہے۔

والذی نفسی بیدہ لوکان الدین — یعنی مجھ کو اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ

معلقا بالثریا لتناولہ رجل — میں میری جان ہے اگر دین ثریا

من فارس — کے ساتھ معلق ہوگا تو ضرور

ایک شخص ابناء فارس سے لے آویگا"

خلاصۃ الصدر روایات پر غور کرو کسی روایت میں رجل ہے کسی میں رجال

ہے، کسی میں ایمان، کسی میں علم اور کسی میں دین ہے۔ ابنائے فارس اور

ثریا کی قید ہر روایت میں مشترک ہے۔ ثریا کے ساتھ معلق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ

علم اور دین وغیرہ بہت دور ہو گئے، جہاں تک نظر کام نہ کر سکیگی، اس کا لانا

مجال انسانی سے گویا ناممکن ہوگا تو بھی ایک شخص یا چند شخص ابناء فارس

سے لے آوینگے، بفحوائے حدیث ہذا۔ اس بشارت عظمیٰ کا مصداق

وہی شخص ٹھہر سکتا ہے۔ جو منجملہ دیگر قیود کے اصحاب رسول سے ملا بھی ہو

ظاہر ہے کہ اہل فارس میں سے بعد سلمان فارسی کے کوئی شخص جو اس بشارت عظیمہ

کا مصداق ہو، بجز امام ابو حنیفہ رح اور ان کے شاگردوں کے جو اپنے

وقت میں اعلم اور فائق بر اقران اور کوئی اصحاب یا تابعین سے نہیں ملا

پس اس صورت میں بھی اس حدیث کے مصداق نہیں نہ کہ امام احمد رح

اور امام بخاری وغیرہ دیگر محدثین صحاح ستہ کہ ان کا دیکھنا تو کجا (صحابہ)

تابعین کو دیکھنا بھی کلہ نصیب نہیں ہوا۔ (مفتاح السعادت)

علامہ حافظ جلال الدین السیوطی رح نے [illegible] تبییض الصحیفہ بمناقب الامام ابو حنیفہ میں فرمایا۔

فہذا اصل صحیح یعتمد علیہ — پس یہ روایت بشارت میں اصل اور

فی البشارۃ — صحیح اور قابل اعتماد ہے۔

سراج المنیر صفحہ ۳۱۷ میں اکابر اہل علم اور ائمہ حدیث سے نقل کیا گیا ہے کہ

حملہ بعض المحققین علی — بعض محققین نے اس روایت کو

ابی حنیفہ رح — امام اعظم ابو حنیفہ پر محمول کیا ہے

ملا شامی تلمیذ حافظ جلال الدین السیوطیؒ سے منقول ہے کہ ہمارے شیخ سیوطیؒ نے
اس روایت سے یقین کیا ہے کہ اس حدیث سے مراد امام اعظم ابوحنیفہؒ ہی مراد ہیں۔
کیونکہ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ امام اعظم کے زمانے میں اہل فارس میں سے
کوئی بھی امام صاحب کے علمی مقام اور فقہی قدر و منزلت کو نہیں پہنچ سکا
آپ تو آپ بلکہ آپ کے تلامذہ کے مبلغِ علم کو بھی کوئی نہیں پہنچ سکا
(خیرات الحسان لابن حجر مکیؒ)

حافظ ابن حجر مکی نے خیرات الحسان فی ترجمۃ ابی حنیفۃ النعمان میں لکھا ہے کہ
بعض ان احادیث میں سے کہ جن امام ابوحنیفہ کی عظمت شان پر عمدہ
استدلال ہو سکتا ہے ایک وہ حدیث ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کی گئی ہے کہ
"ترفع زینۃ اهل الدنیا فی خمسین ومائۃ یعنی اہل دنیا کی زینت ۱۵۰ھ میں اٹھ جائیگی"
شمس الائمہ کردریؒ نے فرمایا یہ حدیث امام ابوحنیفہ پر محمول ہے۔
کیونکہ ۱۵۰ھ میں وہی فوت ہوئے ہیں۔ انتہیٰ
ابن حجر اور کردری کا اس حدیث کو امام ابوحنیفہ کی فضیلت پر محمول کرنا
اظہر من الشمس ہے کیونکہ ۱۵۰ھ سے بہت پہلے اصحاب رسول خدا فوت
ہو چکے تھے، اور اسی طرح وہ تابعین بھی جو فضیلتِ اجتہاد سے متصف تھے

مثل زہریؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ، مکحولؒ اور فقہائے سبعہ وغیرہ کے کہ
سب کے سب اس سنہ سے پیشتر فوت ہو چکے تھے اسی طرح وہ تبع تابعین
جو اجتہاد اور فتوی کے ساتھ مشہور و معروف تھے جیسے اوزاعیؒ، ثوریؒ
اور مالک بن انسؒ وغیرہ کہ یہ سب اس سن کے بعد فوت ہوئے
غرضیکہ اہل اسلام کے مشہور ائمہ مجتہدین اور اہل فضل و تقوی میں مشہور
بجز امام ابوحنیفہ کے اور کوئی اس سن میں فوت نہیں ہوا۔ اسلئے وہی
اس حدیث کے مصداق اور اہل دنیا کی زینت ہیں"
مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی میں ایک مکتوب میں حضرت دہلوی فرماتے ہیں
"ایک روز اس حدیث پر ہم نے گفتگو کی میں نے کہا کہ
امام ابوحنیفہ اس حکم میں داخل ہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے
علم فقہ کی اشاعت ان کے ہاتھوں سے کرائی، اور
اہل اسلام کی ان کے ذریعہ اصلاح فرمائی بالخصوص
اس آخری دور میں کہ دولت بس یہی مذہب ہے۔
سارے شہروں میں بادشاہ حنفی ہیں، قاضی حنفی ہیں۔ اور
مدرسین حنفی ہیں"
مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحب اتحاف النبلاء میں
فرماتے ہیں "ہم امام دراں داخل است وہم جملہ محدثین فرس

سورۃ جمعہ کی آیات مبارکہ جن میں اس پیشگوئی کا ذکر ہے یہ ہیں

یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم ○ ہو الذی بعث فی الامیین رسولاً منہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ○ وآخرین منہم لما یلحقوا بہم وہو العزیز الحکیم ○ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ○

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں، جو کہ بادشاہ ہے عیبوں سے پاک ہے۔ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے عرب کے ناخواندہ لوگوں میں انہیں کی قوم میں سے یعنی عرب میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں، اور ان کو عقائد باطلہ اور اخلاق ذمیمہ سے پاک کرتے ہیں۔ اور ان کو کتاب اور دانشمندی کی باتیں جس میں سب علوم دینیہ آگئے سکھلاتے ہیں، اور یہ لوگ آپکی بعثت کے پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے ".... اور ان کے علاوہ موجودین کے دوسروں کے لئے بھی آپ کو مبعوث فرمایا۔ جو اسلام لاکر ان میں سے ہونے والے ہیں۔ لیکن ہنوز ان میں شامل نہیں ہوئے.... اور وہ زبردست حکمت والا ہے.... یہ اللہ کا فضل ہے وہ دیتا ہے جسکو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

شاہ عبدالقادر دہلوی موضح القرآن میں "وآخرین منہم الخ" کے تحت لکھتے ہیں

حق تعالیٰ نے اول عرب پیدا کیے اس دین کے تھامنے والے اور پیچھے عجم میں ایسے کامل لوگ اٹھے جب آپ سے وآخرین منہم الخ کی نسبت سوال کیا گیا، تو سلمان فارسی کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اگر علم یا دین ثریا پر جا پہنچیگا تو اسکی قوم کا فارس کا مرد وہاں سے بھی لے آویگا، شیخ جلال الدین السیوطی وغیرہ نے تسلیم کیا ہے کہ اس پیشینگوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان ہیں رحمہ اللہ

خیرات الحسان میں علامہ ابن حجر ہیثمی سے منقول ہے کہ

فیہ معجزۃ ظاہرۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبر بما سیقع

اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا ہوا معجزہ ہے کہ آپ نے ہونے والی بات کا پتہ دیا "

الدر المختار ص۵۵ پر حضرت امام طحاوی کا مقولہ مذکور ہے۔

ان ابا حنیفۃ النعمان من اعظم المعجزات بعد القرآن

بیشک امام ابوحنیفہ النعمان بعد قرآن کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعظم المعجزات میں سے ہیں"

مبدءِ فیاض کی طرف سے جب کوئی اصلی منصب عطا ہوتا ہے، تو وہی جانتا ہے کہ
کون اس منصب کا اہل ہے۔ ہر کس و ناکس اس قابل نہیں ہوتا کہ ایسے منصب پر اس کو
فائز کیا جائے "تا نہ بخشد خدائے بخشندہ"۔ جب حضرت خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب رسالت پر فائز کیا گیا تو جب کوئی نشانی صداقت
رسالت کی دیکھتے تو کفار کہتے کہ ہم ان پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی
وہی چیزیں نہ دی جائیں جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہیں
واذا جاءتهم آية قالوا لن نؤمن اور جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو
حتى نؤتى مثل ما أوتي رسل الله وہ (باوجود اس کے کہ وہ اپنے اعجاز کی
وجہ سے دلالت علی النبوت میں کافی ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی کفار) یوں کہتے
ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی وہی چیزیں نہ دی جائیں جو اللہ کے
رسولوں کو دی جاتی ہیں (یعنی وحی، خطاب یا صحیفہ، کتاب وغیرہ جس میں
ہم کو آپ پر ایمان لانے کا حکم ہو۔ اس قول کا جرم عظیم ہونا ظاہر ہے کہ تکذیب
عناد، استکبار اور گستاخی سب کا جامع ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ اس قول کو
رد فرماتے ہیں کہ
(الله اعلم حيث يجعل رسالته) اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ جہاں
اپنا پیغام (یعنی وحی کے ذریعہ سے) بھیجتا ہے، کیا ہر کس و ناکس اس شرف
کے قابل ہو گیا، تا نہ بخشد خدائے بخشندہ (بیان القرآن)

مسائل السلوک من کلام الملوک میں فرماتے ہیں، الله اعلم حيث الخ یعنی منصب رسالت
کا مدار کثرت مال و اولاد اور سامان دنیوی نہیں ہے بلکہ کمال استعداد ہے
جس سے نفس قدسیہ پر رسالت کا فیضان ہوجاتا ہے۔ کما فی الروح ملخصاً
پس اسمیں دلالت ہوئی کہ استعداد، فیضان کی شرط عادی ہے اسی
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ النعمان رحمہ اللہ ایک اعلیٰ و اشرف منصب یعنی وآخرین منہم الخ
کے مصداق، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کے مصداق،
اور صداقت رسالت محمدیہ کی زبردست دلیل، ~~اسلام~~ دین اسلام کے مدون اول
~~کے منصب عالی پر منجانب اللہ فائز ہونے والے تھے~~، بلحاظ حدیث العلماء ورثة
الانبیاء، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل وراثت و نیابت کے
منصب عالی پر منجانب اللہ فائز ہونے والے تھے، اسلئے قدرت نے آپ کو
کمال استعداد سے مالامال ~~کر دیا~~ اعم، زہد و تقویٰ، خوف خشیت، فکر آخرت، دقت نظری
اجتہاد و بصیرت، قوت حافظہ، تفقہ فی الدین، فہم قرآن غرضکہ جملہ کمالات علمیہ
وعملیہ سے متصف اور آراستہ و پیراستہ کرکے وراثت کاملہ نبویہ کا اہل
بناکر اس منصب عظیم کا مستحق بنا دیا ~~ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم~~
اور اس منزل پر پہنچا دیا کہ رسول و صحابۂ رسول کے بعد اس منزل تک رسائی
کسی فرد بشر کے ممکن نہ رہی۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ
ذو الفضل العظیم ع این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

[illegible]

تمام اکابر ائمہ اور کبار محدثین نے آپ کے فضل وکمال کی شہادت دی ہے اور کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ [illegible] مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر نمونۃً چند اقوال ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ تو اکابر ائمہ اور محدثین کے اتنے اقوال ہیں کہ پوری کتاب

امام مالک بن انس رح

عبداللہ ابن مبارک رح کا بیان ہے کہ میں امام مالک رح کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ جب وہ اٹھ کر ~~[illegible]~~ چلے گئے تو امام موصوف نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھا۔ حاضرین نے عرض کیا "نہیں"، (اور میں ان کو پہچان چکا تھا) فرمانے لگے

هذا ابوحنیفة النعمان لو قال هذه الاسطوانة من ذهب لخرجت كما قال لقد وفق في الفقه حتى ما عليه فيه كثير مؤنة

یہ ابوحنیفہ نعمان ہیں جو اگر کہہ دیں کہ یہ ستون سونے کا ہے، تو ویسا ہی نکل آئے۔ ان کو فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس فن میں انہیں ذرا بھی مشقت نہیں ہوتی نہایت آسانی سے مسائل کا استخراج کر لیتے ہیں،

مطلب یہ کہ آیت قرآنی یا حدیث رسول میں کوئی مسئلہ موجود ہے اور دوسروں کو اس کا ادراک نہیں ہوا مگر ان کی نظر اتنی عمیق اور ذہن ایسا دراک ہے کہ فوراً ان کی نظر اس مسئلے تک پہنچ گئی اور آسانی سے سمجھ لیا کہ اس آیت یا حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا۔ دوسروں کے لئے اس کا ادراک ~~[illegible]~~ گویا ناممکن تھا۔ مگر آپ کے لئے

ممکن ہو گیا، ایسے ہی مردین یا علم ثریا ستارہ میں معلق ہوگا تو امام ابوحنیفہ اس کو پا لینگے۔

امام محمد بن ادریس الشافعی رح

علامہ حافظ ذہبی رح نے مناقب ابی حنیفہ ص ۱۹ میں فرمایا

قال الشافعی

الناس عیال ابی حنیفة فی الفقه — لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں

~~[illegible]~~ امام احمد بن حنبل رح

یہی حافظ ذہبی ص ۲۷ پر فرماتے ہیں۔

قال ابوبکر مروزی سمعت احمد بن حنبل قال لم یصح عندنا ان ابا حنیفة قال القرآن مخلوق۔

ابوبکر مروزی نے فرمایا کہ میں نے امام ~~[illegible]~~ احمد بن حنبل سے سنا، فرماتے تھے کہ میرے نزدیک یہ ثابت نہیں کہ امام ابوحنیفہ قرآن کو مخلوق کہتے ~~ہوئے~~ ہیں،

میں نے عرض کیا الحمد للہ اے ابو عبداللہ! (یہ امام احمد کی کنیت ہے) ان کا علم میں بڑا مقام ہے۔ یہ سن کر امام احمد بن حنبل رح نے فرمایا

سبحان الله هو من العلم والورع وايثار الدار الآخرة بمحل لا يدركه احد

سبحان اللہ۔ وہ تو علم اور ورع اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے میں اس مقام پر ہیں جہاں کسی کی رسائی نہیں"

حافظ ذہبی رح نے تذکرۃ الحفاظ ص ۱۶ پر امام ابوداؤد کا قول ذکر کیا ہے

ان ابا حنیفة کان اماما — بیشک ابوحنیفہ رح امام تھے"

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ص ۱۹۵ پر اپنی سند سے سفیان عیینہ کا قول ذکر کیا ہے

لم یکن فی زمان ابی حنیفۃ بالکوفۃ رجل افضل منہ ولا اورع ولا افقہ منہ

امام ابوحنیفہ کے زمانے میں کوفہ میں کوئی آدمی ابوحنیفہ سے افضل اور اور اورع اور افقہ نہیں تھا۔

مشہور محدث حضرت یزید بن ہارون کا قول تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے

ادرکت الناس من الشیوخ وکتبت عنہم فما وجدت افقہ ولا اورع ولا اعلم من خمسۃ اولہم ابوحنیفۃ

میں نے ایک ہزار شیوخ اور اساتذہ کو پایا ہے اور ان سے لکھا بھی ہے مگر پانچ سے زیادہ افقہ اور نہ اورع اور اعلم نہیں پایا۔ ان میں سب سے پہلے ابوحنیفہ ہیں۔

مناقب ~~[illegible]~~ میں اور ص ۲۷ پر فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے فرمایا

ما مقلت عینی مثل ابی حنیفۃ رح

میری آنکھوں نے ابوحنیفہ کے مثل کسی کو نہ دیکھا

مناقب صیمری میں سفیان ابن عیینہ کا قول مذکور ہے۔

العلماء ابن عباس فی زمانہ والشعبی فی زمانہ وابوحنیفۃ فی زمانہ

علماء تو یہ تھے۔ ابن عباس اپنے زمانہ میں شعبی اپنے زمانہ میں اور ابوحنیفہ رحمہ اپنے زمانہ میں

صدر الائمہ مکی مناقب الامام ص ۲۵ پر فرماتے ہیں کہ فن رجال کے مشہور

امام عبدالرحمن مہدی رح فرماتے ہیں۔

کنت نقالاً للحدیث فرأیت سفیان الثوری امیر المؤمنین فی العلماء وسفیان بن عیینۃ امیر العلماء وشعبۃ عیار الحدیث وعبداللہ بن المبارک صراف الحدیث ویحیی بن سعید قاضی العلماء وابا حنیفۃ قاضی قضاۃ العلماء ومن قال لک سوی ھذا فارمہ فی کناسۃ بنی سلیم

میں حدیث میں بڑا نقال تھا۔ سو میں نے دیکھا کہ سفیان الثوری تو علماء میں امیر المومنین ہیں، اور سفیان بن عیینہ امیر العلماء ہیں اور شعبہ حدیث کی کسوٹی ہیں، اور عبداللہ بن المبارک حدیث کے صراف ہیں اور یحییٰ بن سعید قاضی العلماء ہیں اور اور حضرت امام ابوحنیفہ قاضی قضاۃ العلماء (یعنی چیف جسٹس) ہیں اور جو شخص تم سے اس کے سوا کچھ اور بتائے تو ان کی بات کو بنی سلیم کے گھورے پر پھینک دو گا

مناقب صیمری میں شیخ الاسلام یزید بن ہارون کا قول مذکور ہے

کان ابوحنیفۃ تقیاً نقیاً زاہداً عالماً صادق اللسان احفظ اہل زمانہ سمعت کل من ادرکتہ من اہل زمانہ انہ ما رأی افقہ منہ

امام ابوحنیفہ متقی، پاکیزہ صفات زاہد عالم زبان کے بڑے سچے اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث میں نے انکے معاصرین میں سے جتنے لوگوں کو پایا سب کو یہی کہتے سنا کہ ان سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا گیا ''

مناقب ذہبیؒ ص۲۶ پر شیخ الاسلام یزید بن ہارون کا یہ قول بھی مذکور ہے

لم ار اعقل ولا افضل ولا اورع من ابی حنیفۃ رحمہ اللہ — میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ عاقل ان سے زیادہ افضل ان سے زیادہ محتاط اور پاکباز نہیں دیکھا ۔۔

امام الجرح والتعدیل یحیی بن سعید القطانؒ کا بیان "مقدمہ کتاب التعلیم" از مسعود بن شیبہ سندھی میں بحوالہ امام طحاوی مذکور ہے۔

انہ واللہ لاعلم ھذہ الامۃ بما جاء من اللہ ومن رسولہ — بلاشبہ ابوحنیفہ خدا کی قسم اس امت میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ وارد ہوا ہے اسکے سب سے بڑے عالم ہیں۔

سید الحفاظ یحیی بن معین سے ایک بار ان کے شاگرد محمد بن محمد البغدادی نے حضرت امام ابوحنیفہ کے متعلق ان کی رائے دریافت کی تو فرمانے لگے کہ

عدل ثقۃ ما ظنک بمن عدلہ ابن المبارک ووکیع — سراپا عدالت اور ثقہ ہیں ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے کہ جس کی تعدیل اور توثیق ابن المبارک اور وکیع نے کی ہے۔

امام اہل بلخ خلف بن ایوبؒ نے فرمایا

صار العلم من اللہ تعالی الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم صار الی الصحابہ — اللہ تعالی سے علم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا آپ کے بعد صحابہ رضی کو صحابہ کے

ثم صار الی التابعین ثم صار الی ابی حنیفۃ واصحابہ فمن شاء فلیرض ومن شاء فلیسخط — بعد تابعین کو پھر تابعین سے امام ابوحنیفہ کو اور ان کے اصحاب کو ملا۔ اب جس کا جی چاہے خوش ہو یا ناراض ہو۔

شیخ الاسلام حافظ مغرب ابو عمروؒ بن عبد البر المالکیؒ (المتوفی سنہ ۴۶۲ھ) سلمہ بن سلیمانؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ

قلت لابن المبارکؒ وضعت من رای ابی حنیفۃؒ ولم تضع من رای مالکؒ قال لم اره علما ص ۱۵۰ — میں نے حضرت عبد اللہ ابن المبارکؒ سے پوچھا کہ آپ نے امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو تو اپنی کتابوں میں درج کیا مگر امام مالک کی رائے کو نہ لیا۔ انہوں نے فرمایا اس لئے کہ مجھے وہ رائے اور علم نظر نہ آئی۔

علامہ ابوبکر احمد بن علی خطیب البغدادی الشافعی (المتوفی سنہ ۴۲۰ھ) الحسن بن سلیمانؒ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

انہ قال فی تفسیر الحدیث لا تقوم الساعۃ حتی یظہر العلم قال ھو علم ابی حنیفۃؒ وتفسیرہ الآثار (تاریخ بغداد ص۱۲۶ ج) — بیشک انہوں نے اس حدیث کی تفسیر میں کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے — قیامت نہ آئیگی جبتک علم ظاہر نہ ہو جائے — فرمایا کہ اس علم سے امام ابوحنیفہ کا علم اور احادیث کی تشریح مراد ہے جو انہوں نے

حدیثوں کی تفسیر فرمائی ہے"

اس سے معلوم ہوا کہ علم اور تفسیر آثار میں امام ابو حنیفہ کا پایہ بہت بلند ہے۔

جلیل القدر محدث حضرت یزید بن ہارون رح (جو القدوہ، شیخ الاسلام حافظ اور متقن تھے تذکرۃ الحفاظ ص ۲۹۲) کی مجلس میں بہت سے نامی گرامی محدثین کرام تشریف فرما تھے۔ جن میں خصوصیت کے ساتھ

وعنده یحیی بن معین، علی بن المدینی واحمد بن حنبل رح وزهیر بن حرب وجماعة آخرون اذ جاء مستفت فسأله عن مسئلة قال فقال له یزید اذهب الی اهل العلم قال فقال له علی بن المدینی الیس اهل العلم والحدیث عندک، فقال اهل العلم اصحاب ابی حنیفة وانتم الصیادلة۔ (مناقب الامام الاعظم لصدر الائمة المکی رح)

امام یحیی بن معین، امام علی بن المدینی امام احمد بن حنبل امام زہیر بن حرب اور ایک اور جماعت بھی موجود تھی، ناگہاں ایک سائل آیا اور اس نے ایک مسئلہ دریافت کیا، حضرت یزید بن ہارون رح نے فرمایا۔ جا کر اہل علم سے پوچھو امام علی بن المدینی نے فرمایا کیا اہل علم اور ارباب حدیث آپ کے پاس موجود نہیں ہیں۔ حضرت یزید رح نے فرمایا کہ اہل علم تو اصحاب ابی حنیفہ رح ہیں، تم تو جڑی بوٹی پنساری ہو"

غور فرمائیے کہ صحاح ستہ کے مرکزی راوی اور چوٹی کے حافظ حدیث کا محدثین کرام

کی بھری مجلس میں یہ کس قدر وزنی شہادت اور گواہی ہے۔ جس میں اصحاب ابی حنیفہ رح کا اہل علم ہونا بیان کیا گیا ہے، اور ان کے ارشاد کے بعد کسی کا کوئی انکار مروی نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر حضرت امام ابو حنیفہ رح اور اصحاب ابی حنیفہ کی اور کیا فضیلت اور منقبت درکار ہے۔

محدث کبیر علی بن عاصم (المتوفی سنہ ۲۰۱ھ) جو مسند العراق، الامام اور الحافظ تھے) کی مجلس میں معروف بن عبداللہ رح شریک تھے فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی بن عاصم نے فرمایا۔

علیکم بالعلم علیکم بالفقه قال فقلت الیس هذا کله علم؟ قال العلم علم ابی حنیفة (مناقب موفق ج ۲)

تم پر علم لازم ہے تم پر فقہ لازم ہے میں نے عرض کیا کہ یہ جو آپ سے سنا وہ تمام کیا یہ علم نہیں ہے۔ حضرت علی بن عاصم رح نے فرمایا کہ علم تو امام ابو حنیفہ کا علم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام اعظم حضرت ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ
اور
علمِ حدیث

یہ ایک حقیقت ہے کہ امام اعظم ایک جلیل القدر محدث ہیں، اور علم حدیث میں ان کا پایہ بڑے بڑے محدثین سے بلند تر ہے، لیکن چونکہ انہوں نے اپنا مشغلہ روایتِ حدیث کو نہیں بنایا اسلئے حدیث کی معروف کتابوں میں ان کی مرویات کم رہی ہیں، ورنہ جہاں تک حدیث میں اُن کی مہارت کا تعلق ہے وہ ایک مسلم امر ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے پہلے امام صاحب کے وطن کوفہ کے علمی حالات پر ایک نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔

کوفہ اور علم حدیث

عہد صحابہ و تابعین میں کوفہ علم حدیث اور علم فقہ کا سب سے بڑا مرکز اور مخزن تھا

یہ شہر امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آباد کیا تھا۔ اور چونکہ یہ مسلم افراد کا مسکن تھا۔ اس لئے اسکی تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دی تھی، اور اسمیں صحابہ کرام کی بڑی تعداد کو بسایا تھا۔ یہاں تک کہ صحابہ میں سب سے زیادہ فقیہہ صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو وہاں معلم بنا کر بھیجا اور اہل کوفہ سے فرمایا کہ:۔ آثرتکم بعبد اللہ علی نفسی " (میں نے عبد اللہ کے بھیجنے میں تم کو اپنے اوپر ترجیح دی ہے) اور حضرت عبد اللہ کے بارے میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مشہور ہے کہ:۔ ما کان رجل اشبہ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھدیاً ودلاً وسمتاً من عبد اللہ بن مسعود (کوئی آدمی عادت وخصلت، چال ڈھال اور وضع قطع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ عبد اللہ بن مسعود سے زیادہ نہیں تھا) نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ کُنیفٌ مُلِئَ علماً (ایک بڑا تھیلہ ہیں جو علم سے بھرا ہوا ہو) چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود

آخری عمر تک کوفہ میں مقیم رہے۔ اور اس شہر کو علم حدیث اور علم فقہ سے بھر دیا۔ اور انوارِ نبوت کی پورے زور وشور سے اشاعت فرمائی، اور یہاں اپنے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت تیار کی جو دن رات علم کی تحصیل وتدریس میں مشغول رہتی تھی، ان کے ایسے شاگردوں کی تعداد چوہتر بتائی جاتی ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعلیم وتربیت سے جو علماء تیار ہوئے۔ ان کی تعداد علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ نے نصب الرایہ کے مقدمہ میں چار ہزار بتلائی ہے، پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی بعض دیگر فقہاء صحابہ وہیں آکر مقیم ہو گئے تھے، جن میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت سلمان فارسی، حضرت عمار بن یاسر، حضرت عبد اللہ بن اوفیٰ اور حضرت عبد اللہ بن الحارث بن الجزء رضی اللہ عنہم بطور خاص قابلِ ذکر ہیں، ان کے علاوہ مزید سینکڑوں صحابہ کوفہ

میں مقیم رہے ہیں، یہاں تک کہ کوفہ کو وطن بنانے والے صحابہ کرام کی تعداد امام عجلیؒ نے ایک ہزار پانچ سو بتائی ہے۔ اس تعداد میں وہ صحابہ شامل نہیں ہیں جو عارضی طور پر کوفہ آئے اور پھر کہیں اور منتقل ہو گئے، ظاہر ہے کہ صحابہ کی اتنی بڑی تعداد کی موجودگی سے اس شہر میں علم و فضل کا کیا کیا چرچا ہوا ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت علی نے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا تو وہاں علم و فضل کا چرچا دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا: ”رحم اللہ ابن ام عبد قد ملأ ھذہ القریۃ علماً“ (اللہ تعالیٰ ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود پر رحم کرے انہوں نے اس قریہ کو علم سے بھر دیا) نیز فرمایا کہ اصحاب ابن مسعود سُرُج ھذہ الامۃ (یعنی ابن مسعود کے اصحاب اس امت کے چراغ ہیں)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تشریف آوری کے بعد کوفہ کی علمی ترقی اور شہرت میں اور اضافہ ہوا؛ کیونکہ وہ خود جلیل القدر صحابہ کرام میں سے ہیں اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے درمیان علم اور فقاہت کے اعتبار سے بہت معروف تھے، جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ صحابی نے اپنے شاگرد حضرت عمرو بن میمون کو حکم دیا تھا کہ تم جاکر عبداللہ ابن مسعودؓ سے علم حاصل کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مل گئے، تو اس سے کوفہ کا علمی مقام تمام شہروں سے بلند تر ہو گیا، کیونکہ یہی دو حضرات صحابہ کے علوم کا خلاصہ تھے، چنانچہ حضرت مسروق بن اجدع فرماتے ہیں

”درت فی الصحابۃ فوجدت علمھم ینتھی الی ستۃ ثم نظرت فوجدت علمھم ینتھی الی اثنین علی وعبد اللہ“ یعنی میں نے حضرات صحابہ کے درمیان گھوم گھوم کر دیکھا تو میں نے چھ کو پایا کہ ان کا علم ان چھ تک منتہی تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ تو ان کا علم دو صحابیوں علی اور عبداللہ پر منتہی پایا“

حضرت مسروق کے قول کے مطابق حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما علوم صحابہ کے جامع تھے، اور یہ دونوں حضرات کوفہ میں رہے، لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ

کوفہ میں علومِ صحابہ کا خلاصہ جمع تھا۔

کوفہ میں علم کی گرم بازاری کا یہ نتیجہ تھا کہ وہاں گھر گھر میں علمِ حدیث کے چرچے تھے، اور وہاں مسلسل علمِ حدیث کی درسگاہ بن چکا تھا، چنانچہ علامہ ابو محمد الرامہرمزیؒ نے "المحدث الفاصل" میں حضرت انس بن سیرینؒ کا مقولہ نقل کیا۔

"اتیت الکوفۃ فوجدت بھا اربعۃ آلاف [۴۰۰۰] یطلبون الحدیث واربع مائۃ [۴۰۰] قد فقھوا" یعنی میں کوفہ آیا تو وہاں چار ہزار [۴۰۰۰] اشخاص کو پایا کہ وہ علمِ حدیث کے طلب میں مشغول تھے۔ اور چار سو [۴۰۰] ایسے تھے کہ وہ فقیہ ہو چکے تھے"

نیز علامہ تاج الدین السبکیؒ "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں حافظ ابوبکر بن داؤدؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ "میں کوفہ پہنچا تو میرے پاس ایک درہم تھا، تو اس سے میں نے تیس [۳۰] مد لوبیا خرید لیا۔ ہر روز میں ایک مد لوبیا کھاتا۔ اور حضرت اشج سے ایک ہزار حدیثیں لکھتا۔

یہاں تک کہ ایک مہینہ میں تیس ہزار [۳۰۰۰۰] احادیث کا مجموعہ تیار ہو گیا، اندازہ کیجئے کہ جس شہر میں ایک ماہ میں صرف ایک استاذ کے پاس تیس ہزار [۳۰۰۰۰] حدیثیں لکھی جاتی ہوں وہاں علم کی وسعت کا کیا حال ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اگر صرف ایک بخاری کے رجال پر نظر ڈالی جائے تو اس میں تین سو [۳۰۰] آدمی صرف کوفہ کے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے بار بار کوفہ کا سفر کیا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور علم حدیث

امام اعظم حضرت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ اسی شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ جو اس دور میں حدیث اور فقہ کا مرکز تھا، اور یہیں پرورش پائی، اور یہاں کے شیوخ سے علم حاصل کیا چونکہ صحاح ستہ میں امام ابو حنیفہ کی کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ اس لئے بعض تنگ نظر افراد نے یہ سمجھا کہ امام ابو حنیفہؒ علم حدیث میں کمزور تھے، لیکن یہ انتہائی جہالت کی بات

اور ایسا بے بنیاد افتراء ہے جسکی کوئی اصل نہیں، واقعہ یہ ہے کہ صحاح ستہ میں صرف امام ابوحنیفہ ہی کی نہیں بلکہ امام شافعیؒ کی بھی کوئی حدیث مروی نہیں، بلکہ امام احمدؒ جو امام بخاریؒ کے خاص استاد ہیں ان کی احادیث بھی بخاری میں صرف تین چار جگہوں پر آئی ہیں، امام مالکؒ کی روایات بھی معدودے چند ہیں، اسکی وجہ یہ نہیں کہ معاذ اللہ یہ حضرات علم حدیث میں کمزور تھے بلکہ وجہ یہ ہے کہ اول تو یہ حضرات فقیہ تھے، اسی لئے ان کا اصل مشغلہ احکام و مسائل بیان کرنا رہا۔ دوسرے یہ حضرات ائمہ مجتہدین تھے۔ اور ان کے سینکڑوں شاگرد اور متبعین موجود تھے لہٰذا اصحاب صحاح ستہ نے سمجھا کہ ان کے علوم ان کے شاگردوں کے ذریعے سے محفوظ رہینگے، چنانچہ انہوں نے ان حضرات کے علوم کی حفاظت کی جن کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا۔ ورنہ جہاں تک علم حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت قدر کا تعلق ہے۔ وہ ایک مسلم اور ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کیونکہ وہ بالاتفاق امام مجتہد ہیں اور مجتہد کی شرائط میں یہ شرط

لازمی ہے کہ اس کو علم حدیث میں پوری بصیرت حاصل ہو۔ اگر اس اعتبار سے امام ابوحنیفہ کے بلکہ میں کوئی کمزوری ہوتی تو ان کو کیسے مجتہد مانا جا سکتا تھا، چنانچہ بڑے بڑے علمائے حدیث نے ان کے مقام بلند کا پوری طرح اعتراف کیا ہے، اگر ان کے اقوال نقل کیے جائیں تو پوری کتاب تیار ہو سکتی ہے، اور مناقب ابی حنیفہ کی کتابوں میں یہ اقوال دیکھے جا سکتے ہیں، یہاں صرف چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں، ایک حضرت مکی بن ابراہیم کا ہے۔ یہ امام بخاریؒ کے وہ جلیل القدر استاد ہیں۔ جن سے امام بخاری کی اکثر ثلاثیات مروی ہیں، یہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ "تہذیب التہذیب" ان کا یہ قول امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں منقول ہے "کان اعلم زمانہٖ" (امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے) واضح رہے کہ اس زمانہ میں علم کا اطلاق علم حدیث پر ہی ہوتا تھا۔ لہٰذا اس مقولہ کا مطلب یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے،

مناقب الامام الاعظم للموفق ج ۱ ص ۲۰۰ میں ہے کہ

وذکر الموفق المکی بسنده الی اسمعیل بن بشر قال - یعنی الموفق مکی نے اسمعیل بن بشر تک اپنی
کنا فی مجلس المکی فقال حدثنا ابو حنیفة فصاح سند سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ مکی کی مجلس
رجل غریب حدثنا عن ابن جریج ولا تحدثنا میں حاضر تھے، جب انہوں نے فرمایا کہ حدیث بیان
عن ابی حنیفة فقال المکی انا لا نحدث السفهاء کی ہم سے ابو حنیفہ نے تو ایک اجنبی مسافر امام ابو حنیفہ
حرمت علیک ان تکتب عنی قم من مجلسی نام سن کر چیخ پڑا اور چیخ کر کہا ہم سے ابن جریج
فلم یحدث حتی اقیم من مجلسه سے روایت بیان کیجئے ابو حنیفہ سے حدیث کی روایت
ثم قال حدثنا ابو حنیفة ومر فیه نہ بیان کیجئے تو مکی نے فرمایا کہ ہم سفہاء کے سامنے
وفی روایة ابراهیم ابن ابی بکر المرابطی حدیث بیان نہیں کیا کرتے - میں تم پر تمہارے
فغضب غضبا شدیدا حتی روی ذلک لئے حرام سمجھتا ہوں کہ تم میری روایت لکھو

فی وجهه فقال الرجل تبت واخطأت تم میری مجلس سے اٹھ جاؤ، پھر جب تک وہ
فابی ان یحدثهم ، اس کو مجلس سے اٹھا نہیں دیا گیا - اس وقت
تک حدیث بیان نہیں کی - پھر جب وہ اٹھ
گیا تو آپ نے حدثنا ابو حنیفہ کہہ کر حدیث بیان
فرمائی -

اور ابراہیم بن ابی بکر المرابطی کی روایت میں ہے کہ آپ
بہت شدت کے ساتھ غضبناک ہو گئے یہاں تک کہ
آپ کے چہرۂ مبارک پر غصے کا اثر ظاہر ہونے لگا - یہ
دیکھ کر اس آدمی نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں واقعی میں نے
غلطی کی ہے - مگر آپ نے حدیث بیان کرنے سے انکار کر دیا -

دوسرا قول مشہور محدث حضرت یزید بن ہارون کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

ادرکت الفا من الشیوخ وکتبت منہم — میں نے ایک ہزار شیوخ کو پایا اور

فما رأیت افقہ ولا اورع ولا اعلم — ان سے حدیثیں لکھیں۔ مگر ان ہزار میں

من خمسۃ اولہم ابوحنیفۃ — سب سے زیادہ فقیہ سب سے زیادہ اورع اور

(ذکرھما الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ) — سب سے زیادہ اعلم پانچ سے زیادہ

کسی کو نہ پایا۔ ان میں سب سے اول امام

ابوحنیفہ ہیں۔ (ان دونوں روایتوں کو ذہبی نے ذکر کیا ہے)

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۹۵ پر اپنی سند سے سفیان بن عیینہ کا قول

نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

لم یکن فی زمان ابی حنیفۃ بالکوفۃ رجل افضل منہ — امام ابوحنیفہ کے زمانے میں کوفہ

واورع ولا افقہ منہ — میں کوئی آدمی ابوحنیفہ سے افضل اور اورع اور افقہ

نہ تھا۔

اور امام ذہبی ہی نے حافظ ص ۱۷۰ پر امام ابوداؤد کا قول ذکر کیا ہے کہ

ان ابا حنیفۃ کان اماما — بیشک ابوحنیفہ امام تھے۔

امام ابوحنیفہؒ کے علم حدیث کا اندازہ ان کے شیوخ اور تلامذہ پر ایک نظر ڈالنے

ہو سکتا ہے، حافظ ابوالحجاج مزیؒ نے تہذیب الکمال میں امام ابوحنیفہ کے چوہتر شیوخ شمار

کئے ہیں، اور حافظ سیوطیؒ نے "تبییض الصحیفۃ لمناقب ابی حنیفہ" میں ان شیوخ کے ناموں

تذکرہ کیا ہے، اور اہل علم جانتے ہیں کہ حافظ مزیؒ کسی راوی حدیث کے تمام شیوخ کا

استیعاب نہیں کرتے بلکہ صرف بطور نمونہ چند کو بیان کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ملا علی قاری

نے "مسند ابی حنیفہ" کی شرح میں امام ابوحنیفہ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بتلائی ہے۔

اور پھر یہ شیوخ بھی اس درجہ کے ہیں، کہ جس درجہ کے شیوخ بعد کے مشہور و معروف محدثین میں سے کسی کو حاصل نہیں ہو سکے، کیونکہ امام صاحب رحؒ کے شیوخ میں یا تو صحابہ ہیں یا پھر تابعین اور تبع تابعین اس سے نیچے کا کوئی شیخ نہیں

امام صاحب کی تابعیّت

جہاں تک صحابہ کا تعلق ہے۔ تو امام صاحب کی تابعیت ایک مسلم اور ناقابلِ انکار حقیقت ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں، کہ امام ابوحنیفہ کی ولادت سنہ ۸۰ھ میں ہوئی، اُس وقت کوفہ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ موجود تھے، ناممکن ہے کہ امام ابوحنیفہ نے ان کی زیارت نہ کی ہو، نیز امام ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک کی زیارت کی ہے، اس کے علاوہ سیوطی نے تبییض الصحیفۃ بمناقب الامام ابی حنیفہ میں متعدد روایات نقل کی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضؓ، حضرت

عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضؓ، حضرت عبداللہ بن عبدالحارث بن الجزء رضؓ، حضرت عبداللہ بن انیس رضؓ، حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم سے روایات سُنیں۔

حافظ ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری نے ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے اور اسمیں حضرت امام صاحب کی وہ روایات جمع کی ہیں، جو انہوں نے براہ راست حضرات صحابہ کرام سے سُنیں، اس کتاب میں دوسرے صحابہ کے علاوہ حضرت جابر بن عبداللہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہما سے بھی امام ابوحنیفہ کا سماع ثابت کیا گیا ہے۔

اگرچہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان تمام روایات میں ضعف ہے۔ لیکن ان کے غلط یا باطل ہونے کا حکم کسی نے نہیں لگایا، اگر فضائل ومناقب میں ضعیف روایات کو گوارا کیا جا سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان روایات سے امام صاحب کی فضیلت علمی ظاہر نہ ہو۔

اس کے علاوہ علامہ سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں ایک روایت ابومعشر کی کے

والے سے نقل کی ہے۔ ابو حنیفۃ عن انس بن مالک قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقول طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" اس روایت کے بارے میں علامہ سیوطیؒ
فرماتے ہیں یہ صحیح کے درجہ پر ہے، اور حافظ مزیؒ کا خیال ہے کہ یہ روایت تعدد طرق کی بنا پر حسن
کے درجہ میں آگئی ہے، اگر یہ درست ہے تو پھر اسمیں شبہ نہیں رہ جاتا کہ امام ابو حنیفہؒ کا صحابہ سے سماع
بھی ثابت ہے اور اگر بالفرض سماع ثابت نہ بھی ہو تو زیارت کا ثبوت یقینی ہے۔ اسلئے
آپ کا تابعی ہونا محققین کے نزدیک مسلم ہے۔ چنانچہ امام ابن سعدؒ نے طبقات میں
حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں، حافظ ابن حجرؒ نے علامہ سیوطیؒ کے قول کے مطابق
ایک سوال کے جواب میں، حافظ مزیؒ نے تہذیب الکمال میں علامہ قسطلانیؒ نے
شرح بخاری میں، علامہ نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں، علامہ سیوطیؒ نے
تبییض الصحیفہ میں، امام ابو حنیفہؒ کے تابعی ہونے کا وضاحت کے ساتھ اعتراف کیا ہے،

امام اعظم کے کبار اساتذہ

پھر امام صاحب کے خاص اساتذہ میں وہ حضرات شامل ہیں جنہیں تابعین کے دور میں
علم حدیث کا ستون سمجھا جاتا تھا، جن میں سے چند درج ذیل ہیں، امام صاحبؒ نے حضرت
عامر بن شراحیل سے علم حدیث حاصل کیا، حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ
"ھو اکبر شیوخ ابی حنیفۃ — وہ ابو حنیفہ کے شیوخ میں سب سے بڑے شیخ تھے"
امام شعبیؒ نے پانچ سو صحابہ سے علم حدیث حاصل کیا ہے، ان کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ
کبھی کوئی ایک حدیث بھی لکھ کر یاد نہیں کی وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے شعر سے زیادہ مناسبت
نہیں تھی لیکن "لو اردت لانشدت شہراً وما اعدت" اگر میں اشعار پڑھنا چاہوں
تو ایک ماہ تک پڑھ سکتا ہوں پھر ان کا اعادہ نہ کروں"
ایکبار آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات بیان فرمارہے تھے کہ اتنے میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پاس سے گذرے امام شعبیؒ کی باتیں سن کر انہوں نے فرمایا کہ میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شامل رہا ہوں ۔ لیکن شعبی کو غزوات کا مجھ سے
زیادہ علم ہے، خطیب بغدادیؒ نے حضرت علی بن مدینی کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
کے علوم، علقمہ، اسود، حارث، عمرو اور عبیدہ بن قیس پر ختم ہیں، اور ان سب کے علوم
دو آدمیوں میں جمع ہوئے ایک ابراہیم نخعیؒ اور دوسرے عامر شعبیؒ اور یہ دونوں کے دونوں امام
ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، امام صاحب کے دوسرے خصوصی استاد حضرت حماد بن سلیمان
ہیں ۔ جنہیں بالاتفاق حدیث اور فقہ کا امام مانا گیا ہے ۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
کے علوم کے حافظ سمجھے جاتے تھے، صحیح مسلم، ابوداؤد اور ترمذی میں ان کی روایات موجود ہیں۔
انہوں نے حضرت انسؓ، حضرت زید بن وہب، سعید بن المسیب، عکرمہ، ابو وائل
ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن بریدہ کے علوم حاصل کیے تھے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان سے

دو ہزار (۲۰۰۰) حدیثیں روایت کرتے تھے، امام اعظم ان کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ کبھی ان
کے مکان کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں لیٹتے تھے،

امام صاحب کے تیسرے خاص استاد ابواسحٰق سبیعی ہیں، جنہوں نے اڑتیس (۳۸) صحابہ سے
علم حاصل کیا ۔ اور ابوداؤد طیالسی کے قول کے مطابق وہ اعلم الناس بحدیث ابن مسعود و علیؓ "
یعنی حدیث ابن مسعود اور حدیث علی کے لوگوں میں سب سے عالم تھے"
یہ صحاح ستہ کے راوی بھی ہیں،

ان کے علاوہ امام اعظم کے اساتذہ میں ابراہیم نخعی، قاسم بن محمد، قتادہ، نافع
طاؤس بن کیسان، عکرمہ، عطاء بن ابی رباح، عمرو بن دینار، عبداللہ بن دینار
حسن بصری، امام شیبان، سلیمان الاعمش رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین
اور اساطین الامت داخل ہیں،

امام صاحب کے جلیل القدر تلامذہ

اب امام صاحب کے شاگردوں کی طرف آئیں، تو اس فہرست میں بڑے بڑے ائمہ حدیث کے نام نظر آتے ہیں، آپ کے خصوصی شاگردوں میں عبداللہ بن المبارک موجود ہیں، جن کا فرمان ہے کہ

لولا اعانني الله بابي حنيفة وسفيان — اگر اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ اور سفیان کے ذریعہ

كنت كسائر الناس — میری اعانت نہ کرتا تو میں عام لوگوں میں سے ایک ہوتا

نیز جرح وتعدیل کے مشہور امام یحییٰ بن سعید القطان بھی امام صاحب کے شاگرد ہیں،

اور حافظ ذہبی وغیرہ نے لکھا ہے کہ وہ امام صاحب ہی کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے،

حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب میں یحییٰ القطان سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ

قد اخذنا باكثر اقواله = ہم نے ان کے اکثر اقوال کو اختیار کیے ہیں "

۱۹۱/۱۲ ج

اسے یحییٰ بن معین نے الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ میں اور موفق نے مناقب الامام میں یحییٰ بن معین سے یحییٰ بن سعید القطان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

جالسنا والله ابا حنيفة وسمعنا منه — یعنی ہم اللہ کی قسم امام ابوحنیفہ کی مجلس میں

وكنت والله اذا نظرت اليه عرفت — بیٹھے تھے اور واللہ ہم جب ان کو دیکھتے تھے

في وجهه انه يتقي الله عز وجل — ان کے چہرے کو دیکھ کر یقین ہوجاتا تھا کہ

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۵۲)

یہ اللہ عزوجل سے ڈرتے ہیں "

نیز امام شافعیؒ کے استاد خاص حضرت وکیع بن جراح بھی امام صاحبؒ کے شاگرد ہیں، اور امام صاحبؒ سے انہوں نے نوسو (۹۰۰) احادیث روایت کی ہیں،

ابن عبدالبرؒ نے "الانتقاء" میں یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے، کہ وہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، واضح رہے کہ امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ

دینا مطلق کی طرح نہیں تھا۔ بلکہ مجتہد فی المذہب کی طرح تھا۔ جس طرح امام ابو یوسف
اور امام محمد وغیرہ بعض مسائل میں امام ابو حنیفہ سے اختلاف کرتے تھے۔ اسی طرح بعض مسائل
میں وہ بھی اختلاف کرتے تھے، چنانچہ اشعار فی الحج کے مسئلہ میں ایسا ہی ہوا
کما سیاتی فی کتاب الحج ان شاء اللہ تعالیٰ

ان کے علاوہ مشہور محدثین میں سے مکی بن ابراہیم، یزید بن ہارون، حفص بن غیاث النخعی
یحیی بن زکریا بن ابی زائدہ، مسعر بن کدام، ابو عاصم النبیل، قاسم بن معن، علی بن المسہر
فضل بن دکین، عبد الرزاق بن ہمام رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر محدثین نے امام ابو حنیفہ کے
سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، جس محدث کے شیوخ اور تلامذہ میں اس قسم کے حضرات موجود
ہوں اس کے بارے میں یہ کہنا کہ حدیث کے بارے میں اس کا پایہ بلند نہ تھا۔ کتنا بڑا ظلم ہے
تاریخ و سیر کی کتب میں امام اعظم ابو حنیفہ کے حفظ حدیث کے متعلق بڑے ثبوت [illegible]

واقعات مروی ہیں، بطور نمونہ کے طور پر یہاں ان میں سے دو واقعات بیان کیے جاتے ہیں،
ملا علی قاری نے "مناقب الامام الاعظم" میں نقل کیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ ایک مجلس میں
امام صاحب اور امام اعمش دونوں موجود تھے، کسی نے امام صاحب سے مسئلہ پوچھا آپ
نے جواب دیا۔ امام اعمش نے جواب سن کر کہا کہ "من این اخذت ھذا" آپ نے
اس مسئلہ کو کہاں سے اخذ کیا ہے؟" امام صاحب نے برجستہ جواب دیا۔

انت حدثتنا عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا
وانت حدثتنا عن ابی ایاس عن ابی مسعود الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا
وانت حدثتنا عن ابی [illegible] وائل عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا
وانت حدثتنا عن ابی مجلز عن حذیفۃ بن الیمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا
وانت حدثتنا عن ابی الزبیر عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا

اس پر امام اعمش نے حیران ہو کر فرمایا

حسبك ما حدثتك به في مائة يوم حدثتني به في ساعة واحدة

آپ کے فضل و کمال کے لئے یہ کافی ہے، کہ میں نے جو حدیثیں آپ سے سو دن میں بیان کیں۔ آپ نے وہ حدیثیں ساعۃ واحدہ میں بیان کر دیں

پھر فرمایا

یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصيادلة اے فقہاء کی جماعت تم اطباء ہو اور ہم عطار ہیں، اور اے رجل تو نے دونوں سے حصہ حاصل کیا ہے۔

وانت ایها الرجل اخذت کلا الطرفین

دوسرا واقعہ امام ابو یوسف کا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب امام ابو حنیفہ کوئی شرعی مسئلہ بیان فرماتے تو میں کوفہ کے تمام شیوخ حدیث کے پاس بھاگ کر جاتا۔ اور ان سے

وہ احادیث جمع کر کے لاتا جو امام ابو حنیفہ کے قول کی تائید کرتی تھیں، اور اس خیال سے امام اعظم کو سناتا کہ آپ سن کر خوش ہوں گے، لیکن جب میں حدیثیں سنا کر فارغ ہوتا تو امام صاحب فرماتے ان میں سے فلاں حدیث میں فلاں نقص ہے اور فلاں حدیث میں فلاں راوی ضعیف ہے، اور فلاں علت پائی جاتی ہے۔ اس لئے وہ قابل استدلال نہیں، اور پھر امام صاحب فرماتے

انا عالم بعلم اهل الكوفة میں تمام اہل کوفہ کے علم کا عالم ہوں

کتاب الآثار

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مآثر علمیہ میں سے ان کی "کتاب الآثار" علم حدیث میں ان کے مقام بلند کی شاہد ہے، یہ کتاب فقہی ابواب پر حدیث کی سب سے پہلی کتاب ہے، چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے "تبییض الصحیفہ" میں لکھا ہے کہ

علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی یہ فضیلت کچھ کم نہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے ابواب فقہیہ پر ترتیب کتاب تالیف کی، یہ فضیلت کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکی، امام اعظمؒ کی یہ کتاب الآثار موطا امام مالک کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ حافظ ذہبیؒ نے "مناقب" میں قاضی ابوالعباس محمد بن عبداللہ بن ابی العوامؒ کی "اخبار ابی حنیفہ" کے حوالہ سے سند متصل کے ساتھ مشہور محدث عبدالعزیز دراوردی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

کان مالک ینظر فی کتب ابی حنیفۃ وینتفع بھا ۔ امام مالک امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو دیکھتے تھے اور ان سے منتفع ہوتے تھے

اس سے واضح ہے کہ امام ابوحنیفہ کی کتاب الآثار کا مقام امام مالک کی نسبت ایسا ہی ہے جیسے موطا کا مقام صحیحین کی نسبت سے ہے۔

حدیث کی دوسری کتب کی طرح کتاب الآثار کے بھی بہت سے راوی ہیں جن میں سے

چار مشہور ہیں، (۱) امام ابویوسف (۲) امام محمد (۳) امام زفر (۴) امام حسن بن زیاد

۶۰۰۰۰۰

پھر جس طرح امام بخاریؒ نے اپنی صحیح چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کرکے مرتب کی ہے اسی طرح امام ابوحنیفہؒ نے بھی کتاب الآثار کو بہت سی احادیث سے انتخاب کرکے ترتیب کی ہے پھر چونکہ امام ابوحنیفہؒ امام بخاریؒ وغیرہ سے بہت متقدم ہیں، اور ان کے زمانہ میں اسانید وطرق میں اتنی کثرت اور وسعت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے امام اعظمؒ کا یہ انتخاب

۴۰۰۰۰

چالیس ہزار احادیث میں سے ہے۔ چنانچہ علامہ موفق مکی نے "مناقب الامام الاعظم" جلد اول ص۹۵ مطبوعہ دکن ۱۳۲۱ھ میں ابوبکر محمد الزرنجری کا قول نقل کیا ہے کہ "انتخب ابوحنیفۃ الآثار من اربعین الف حدیث" یعنی امام ابوحنیفہ نے آثار کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب کیا ہے"

اور علامہ موفق ہی نے حافظ ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری کی کتاب "مناقب ابی حنیفہ"

کے حوالہ سے ان کی سند کے ساتھ یحییٰ بن نصر بن حاجب رحمہ سے نقل کیا ہے کہ

سمعت ابا حنیفۃ یقول عندی صنادیق میں نے امام ابو حنیفہ سے سنا فرماتے تھے کہ میرے

من الحدیث ما اخرجت منها الا الشیٔ کے پاس حدیث کے بہت سے صندوق ہیں۔

الیسیر الذی ینتفع بها ان میں سے میں نے تھوڑا سا نکالا ہے جن سے انتفاع کیا جا سکتا ہے

نیز علامہ زبیدی رحمہ نے "عقود الجواہر المنیفۃ" میں حافظ ابو نعیم اصفہانی کی سند سے یحییٰ بن نصر ہی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ "میں ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ ان کا کمرہ کتابوں سے بھرا ہوا ہے، میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ حدیث کی کتابیں ہیں۔" ان واقعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کتاب الآثار میں جتنی احادیث موجود ہیں، وہ بھی امام صاحب کی تمام احادیث نہیں، بلکہ ان کا ایک مختصر سا انتخاب ہے۔ بہر حال امام اعظم رحمہ کی فضیلت یہ ہے کہ حدیث کی جتنی

کتابیں اس وقت متداول ہیں۔ ان میں سب سے پہلی مبوّب کتاب انکی تالیف ہے

علم حدیث میں اس کتاب کا مقام کیا تھا؟ اس کا اندازہ اس دور کے محدثین کے اقوال سے ہوتا ہے۔ جنہوں نے اپنے شاگردوں کو اس کے مطالعہ کا نہ صرف مشورہ دیا بلکہ تاکید بھی کی۔ اور فرمایا کہ اس کے بغیر علم فقہ حاصل نہیں ہو سکتا، یہ اقوال امام اعظم رحمہ کے مناقب کی کتابوں میں تفصیل سے ~~مرقوم~~ منقول ہیں،

پھر محدثین نے کتاب الآثار کی جو خدمت کی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب ان کے نزدیک کسی اہم مقام کی حامل ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں، چنانچہ علامہ ابن ہمام رحمہ کے شاگرد حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغا نے کتاب الآثار کی شرح لکھی ہے، اور ایک مستقل کتاب اس کے رجال پر تصنیف کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک کتاب کتاب الآثار کے رجال پر لکھی ہے جس کا

نام "الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار" ہے۔ اس کتاب کا تذکرہ خود حافظ نے "تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الاربعۃ" میں کیا ہے۔ پھر حافظ ابن حجرؒ ہی نے اپنی مشہور کتاب "تعجیل المنفعۃ" میں کتاب الآثار کے تمام راویوں کو جمع کیا ہے، کیونکہ یہ کتاب حافظؒ نے ائمہ اربعہ یعنی ابو حنیفہ، مالک، شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کے رجال کے تذکرہ میں لکھی ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے "اتحاف النبلاء" میں یہ بات بالکل غلط لکھی ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کی کتاب "تعجیل المنفعۃ" سنن اربعہ کے رجال پر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے خود "تعجیل المنفعۃ" کا مطالعہ نہیں کیا، ورنہ وہ ایسی غلط بات نہ لکھتے۔ کیونکہ حافظ ابن حجرؒ نے کتاب کے مقدمہ ہی میں یہ تصریح کر دی ہے کہ ان کا مقصد ائمہ اربعہ کے رجال زوائد کا تذکرہ ہے۔

اسی طرح حافظ ابوبکر ابن حمزۃ الحسینیؒ نے ایک کتاب "التذکرہ لرجال العشرہ" کے نام سے لکھی ہے جس میں صحاح ستہ اور ائمہ اربعہ کے رجال کو جمع کیا ہے۔ اس میں کتاب الآثار کے راوی موجود ہیں۔

یہ تو "کتاب الآثار" تھی جو امام صاحبؒ کی واحد تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے محدثین نے امام ابوحنیفہ کی مرویات کو جمع کر کے "مسند ابی حنیفہ" کے نام سے مرتب کیا ہے، ان مسانید کی تعداد بیس (۲۰) کے قریب ہے۔ مسند لکھنے والوں میں ابونعیم اصفہانی، حافظ ابن عساکر، حافظ ابوالعباس الدوری، اور حافظ ابن مندہ رحمہم اللہ ہیں۔ یہاں تک کہ حافظ ابن عدیؒ شامل ہیں جو شروع میں امام صاحبؒ کے بڑے مخالف تھے، بعد میں جب امام طحاوی کے شاگرد بنے تو امام صاحبؒ کی جلالت قدر کا اندازہ ہوا۔ اس وقت اپنے سابقہ خیالات کی تلافی کے طور پر

مسند ابی حنیفہ مرتب فرمائی، اس طرح مسند امام ابوحنیفہؒ کے نام سے سترہ یا اس سے زائد
کتابیں لکھی گئیں، جن کو بعد میں علامہ ابن خسروؒ نے "جامع مسانید الامام الاعظم"
کے نام سے جمع کر دی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ پر یہ الزام کہ وہ قلیل الحدیث تھے یا ان کے پاس
کل سترہ حدیثیں تھیں کا نقل ابن خلدون من بعض الناس تو یہ ایک ایسا الزام ہے
اور سفید جھوٹ ہے کہ جسکی تعصب یا ناواقفیت کے سوا کوئی اور تاویل نہیں کی جا سکتی
ابن خلدون نے نہ جانے کس بنا پر یہ لکھ دیا کہ امام ابوحنیفہ کی شرائطِ صحتِ حدیث
چونکہ بہت سخت اور کڑی تھیں، اس لئے ان کے نزدیک سترہ احادیث صحیح تھیں،
دراصل ابن خلدون امام اعظم ابوحنیفہ سے اتنی دور رہے ہیں کہ ان کو حقیقتِ حال کا
علم نہ ہو سکا۔ حقیقت تو وہ ہے جس کا اظہار علامہ زاہد الکوثریؒ نے

"شروط الائمۃ الخمسہ للحازمی" کے حاشیہ پر صفحہ ۹ میں کیا ہے، کہ درحقیقت
امام ابوحنیفہؒ "کی مروّج احادیث بھی ایسے سترہ (۱۷) دفتروں میں ہیں، جن میں سے سب سے
چھوٹا دفتر بھی سنن شافعی بروایۃ الطحاوی اور مسند شافعی بروایت ابی العباس الاصم
سے بڑا ہے۔ جبکہ امام شافعیؒ کی احادیث کا مدار انہی دو کتابوں پر ہے۔
امام صاحبؒ کے ایک شاگرد کا قول ہے۔ کہ امام صاحبؒ کی تصانیف میں ستر ہزار
احادیث ملتی ہیں، بعض لوگ اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں، اور اسے مبالغہ
سمجھتے ہیں، اسلئے کہ امام صاحب کی تصانیف میں اتنی احادیث بظاہر نظر
نہیں آتیں، لیکن اگر متقدمین کا طریقۂ کار ذہن میں ہو تو اس مقولہ کی صداقت
واضح ہو جاتی ہے، درحقیقت محدثین کے ہاں حدیث بیان کرنے کے دو طریقے تھے۔
بعض مرتبہ وہ حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے مرفوعاً بیان کرتے ہیں

اور بعض مرتبہ وہ احتیاط کے پیشِ نظر اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے
کے بجائے خود اپنا قول قرار دے کر فقہی مسئلہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ یہ ان کی غایت
احتیاط تھی، تاکہ ان کی نقل روایت میں اگر کوئی فروگذاشت ہو تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف منسوب نہ ہو۔ صحابہ و تابعین میں سے جو حضرات حدیث کے ~~معاملات~~ معاملہ میں
زیادہ محتاط تھے۔ وہ عموماً یہ دوسرا طریقہ اختیار کرتے تھے، چنانچہ حضرت عمر رضی کی بیشتر
روایات اسی قسم کی ہیں، جسکی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے جو احادیث مرفوعہ مروی ہیں
ان کی تعداد پانچ سو (۵۰۰) سے زیادہ اور ایک ہزار سے کم ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ محدثین
کی اصطلاح کے مطابق انہیں متوسطین میں سے شمار کیا جائے جیسا کہ محدثین نے ان کو
متوسطین میں شمار کیا ہے۔ لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے
کہ انہیں مکثرین میں سے شمار کرنا چاہیئے،

"مکثرین" محدثین کی اصطلاح میں ان حضرات کو کہتے ہیں جن کی مرویات کی تعداد
ایک ہزار سے زیادہ ہو، شاہ صاحب نے حضرت عمر کو مکثرین میں سے شمار کرنے کی وجہ
یہ بیان کی ہے کہ ان کی بیشتر روایات خود ان کے قول کے طور پر مروی ہیں۔

اسی طرح بعض تابعین کا مقولہ مشہور ہے

لَاَنْ نقول قال علقمۃ قال عبد اللہ — ضرور اگر ہم یہ کہیں کہ علقمہ نے فرمایا یا عبد اللہ
احبّ الینا من ان نقول قال — نے فرمایا یہ ہم کو پسند ہے اس سے کہ ہم کہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اس جیسے اور بھی کئی واقعات ہیں، جنہیں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مدظلہم
نے "انجاء الوطن من الازدراء بامام الزمن" میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے
اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ متقدمین بہت سی احادیث مرفوعہ کو خود اپنا قول

قرار دے کر فقہی مسائل کے طور پر ذکر کر دیتے تھے، اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے تو
امام ابوحنیفہ کی مرویات کا ستر ہزار تک پہنچ جانا کچھ بعید نہیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ
نے بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا تھا۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر اگر ان مسائل کا مطالعہ
کیا جائے جو امام محمد وغیرہ نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیے تو ان میں ایسے مسائل کی تعداد بیشمار نظر آتی
ہے جو براہ راست حدیث سے منقول ہیں، اس صورت میں امام صاحب کی مرویات کی تعداد
کا ستر ہزار سے زیادہ ہونا کچھ مستبعد نہیں،

اس کے علاوہ مسئلہ حقیقت میں یہ نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کتنی روایات دوسروں
سے بیان کیں، بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ کتنی روایات ان تک پہنچیں، واقعہ یہ ہے کہ امام صاحب
نے چونکہ اپنا مشغلہ روایت حدیث کو بنانے کے بجائے استنباط احکام کو بنایا ہے
اس لئے ان کی بہت سی روایات بحیثیت حدیث باقی نہ رہ سکیں بلکہ بحیثیت مسائل فقہیہ باقی ہیں
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کئے جانے والے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ

اب ایک نظر ان اعتراضات پر بھی ڈال لیجئے جو عموماً ابوحنیفہؒ پر وارد کیے جاتے ہیں

(۱) سب سے پہلا اعتراض یہ ہے کہ امام نسائیؒ نے اپنی کتاب "الضعفاء" میں
امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "نعمان بن ثابت ابوحنیفہ لیس
بالقوی فی الحدیث" یعنی امام صاحب حدیث میں قوی نہیں ہیں)

اس کا جواب یہ ہے کہ علماء نے جرح و تعدیل کے کچھ قاعدے مقرر کیے ہیں، اور کسی راوی کے
بارے میں جرح و تعدیل کا فیصلہ کرتے ہوئے، ان قواعد کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے، ورنہ
کسی ~~[illegible]~~ بڑے سے بڑے محدث کی بھی عدالت و ثقاہت ثابت نہ ہو سکے گی
کیونکہ تمام بڑے بڑے ائمہ پر کسی نہ کسی کی جرح ضرور موجود ہے، چنانچہ امام شافعیؒ

یحییٰ بن معینؒ نے امام احمدؒ پر، امام کرابیسیؒ نے امام بخاریؒ پر، ذہلیؒ نے امام اوزاعیؒ
پر، امام احمد بن حنبلؒ نے جرح کی ہے، اگر ان تمام اقوال کا اعتبار کیا جائے، تو ان
میں سے کوئی بھی ثقہ نہیں قرار پا سکتا، انتہا یہ ہے کہ ابن حزمؒ نے امام ترمذیؒ اور
امام ابن ماجہؒ کو مجہول کہا ہے، اور اس بنا پر انہیں مجروح کہا ہے،

حقیقت یہ ہے کہ علماء نے جرح و تعدیل کے کچھ اصول مقرر فرمائے ہیں، ان میں سے
پہلا اصول یہ ہے کہ جس شخص کی امامت اور عدالت حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہو اس کے بارے
میں ایک دو کی جرح معتبر نہیں، امام ابو حنیفہؒ کی عدالت اور امامت حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے،
بڑے بڑے ائمہ حدیث نے آپ کے علم و تقویٰ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اس لئے
امام صاحبؒ پر بھی آحاد کی جرح کا اعتبار (معتبر) نہیں

اس جواب پر ہمارے زمانہ کے بعض جہلاء یہ اعتراض کرتے ہیں کہ محدثین کا معروف

قاعدہ ہے کہ "الجرح مقدم علی التعدیل" لہٰذا جب امام صاحبؒ کے بارے میں
جرح و تعدیل دونوں منقول ہیں تو جرح ہی راجح ہوگی، لیکن یہ اعتراض جرح و تعدیل
سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ ائمہ حدیث نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ
"الجرح مقدم علی التعدیل" کا قاعدہ مطلق نہیں بلکہ چند شرائط کے ساتھ مقید ہے،
اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی راوی کے بارے میں جرح اور تعدیل کے اقوال
متعارض ہوں تو ان میں ترجیح کے لئے علماء نے اولاً دو طریقے اختیار کئے ہیں
پہلا طریقہ:- جو کہ جرح اور تعدیل کے دوسرے اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔
خطیب بغدادیؒ نے "الکفایہ فی اصول الحدیث والروایہ" میں یہ بیان کیا ہے
کہ ایسے موقعہ پر دیکھا جائیگا کہ جارحین کی تعداد زیادہ ہے یا معدلین کی، جس
طرف تعداد زیادہ ہوگی، اسی جانب کو اختیار کیا جائیگا، شافعیہ یہی

علامہ تاج الدین سبکیؒ بھی اسی کے قائل ہیں ، اگر یہ طریق کار اختیار کیا جائے تب بھی امام صاحبؒ
کی تعدیل میں کوئی شبہ نہیں رہتا ، کیونکہ امام صاحبؒ پر جرح کرنے والے صرف معدودے چند
افراد ہیں ، یعنی امام نسائیؒ ، امام بخاریؒ ، امام دارقطنیؒ اور حافظ ابن عدیؒ
اور ہم پیچھے بتا چکے ہیں کہ ابن عدیؒ بھی امام طحاویؒ کے شاگرد بننے کے بعد امام ابو حنیفہؒ
کی عظمت کے قائل ہو گئے تھے ، اور دوسری طرف امام صاحبؒ کے مادحین اتنی بڑی
تعداد میں ہیں کہ ان کو گننا بھی نہیں جا سکتا ۔ نمونہ کے طور پر ہم چند اقوال پیش کرتے ہیں :
علم جرح و تعدیل کے سب سے پہلے عالم جنہوں نے سب سے پہلے رجال پر باقاعدہ کلام
کیا وہ امام شعبہ بن الحجاج ہیں ، جو امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور ہیں
وہ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں " کان واللہ ثقۃ ثقۃ " یعنی
وہ (امام ابو حنیفہ واللہ ثقہ تھے ثقہ) ۔

جرح و تعدیل کے دوسرے بڑے امام یحیٰی بن سعید القطانؒ ہیں یہ خود امام ابو حنیفہؒ
کے شاگرد ہیں ، اور حافظ ذہبیؒ نے " تذکرۃ الحفاظ " میں اور حافظ ابن عبد البرؒ
نے " الانتقاد " میں نقل کیا ہے کہ وہ امام ابو حنیفہؒ کے اقوال پر فتویٰ دیا
کرتے تھے ، اور ان کا مقولہ ہے کہ

جالسنا واللہ ابا حنیفۃ وسمعنا منہ اللہ کی قسم ہم ابو حنیفہ کی صحبت میں بیٹھے
فکنت کلما نظرت الیہ عرفت فی وجہہ اور ان سے سماعت کی ، میں جب جب
انہ یتقی اللہ عزوجل ان کی طرف نظر کرتا تھا تو ان کی چہرے کو
دیکھ کر یقین آجاتا تھا کہ یہ اللہ عزوجل سے
ڈرتے ہیں ،

اور یحیٰی بن سعید القطانؒ ہی کا ایک دوسرا مقولہ علامہ سندھیؒ کی کتاب " التعلیم " کے مقدمہ

میں منقول ہے کہ " انہ لاعلمُ ہذہ الامۃ بما جاء عن اللّٰہ ورسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم "

(بیشک امام ابوحنیفہ رح اس امت میں سب سے بڑے عالم ہیں ان چیزوں کے جو اللہ اور

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئی ہیں)

جرح اور تعدیل کے تیسرے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطان کے شاگرد یحییٰ بن معین ہیں

وہ امام ابوحنیفہ رح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

کان ثقۃ حافظا لایحدث الا بما یحفظ — امام ابوحنیفہ رح ثقہ اور حافظ حدیث

ما سمعت احداً یجرحہ — تھے، وہ انھیں حدیثوں کو بیان کرتے

تھے جن کے وہ حافظ تھے، میں نے

نہیں سنا کسی کو کہ ان کی جرح کرتا ہو"

ایک اور موقع پر ان سے امام ابوحنیفہ رح کے بارے میں پوچھا گیا ~~[illegible]~~

أثقۃ ہو؟ — کیا وہ ثقہ ہیں" تو انہوں نے جواب دیا کہ

نعم ثقۃ ثقۃ ہو اورع من — ہاں ثقہ تھے ثقہ وہ جھوٹ سے بہت زیادہ بچنے

ان یکذب واجل قدراً من — والے تھے، اور اس سے ان کا مرتبہ بہت

ذلک، (کذا فی مناقب الامام — اونچا تھا۔ (مناقب الامام الاعظم، للکردی)

الاعظم للکردی)

جرح اور تعدیل کے چوتھے بڑے امام حضرت علی بن المدینی رح ہیں

جو کہ امام بخاری کے استاد اور نقد رجال کے بارے میں بہت متشدد ہیں، کما صرح

بہ الحافظ فی مقدمۃ فتح الباری" وہ فرماتے ہیں،

(ابوحنیفۃ روی عنہ الثوری وابن المبارک — امام ابوحنیفہ رح سے ثوری، ابن المبارک

وہشام ووکیع وعباد بن العوام و — ہشام، وکیع، عباد بن عوام اور

جعفر بن عون، وھو ثقہ لاباس بہ؛ جعفر بن عون نے روایت کی ہے اور امام

ابوحنیفہؒ ثقہ لاباس بہ تھے،

پھر حضرت عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ

لولا اعانني اللہ بابي حنیفۃ وسفیان — اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ اور سفیان کے ذریعہ

لکنت کسائر الناس — میری اعانت نہ فرماتا تو میں فرد مثل عام لوگوں کے ہوتا

اور مکی بن ابراہیمؒ کا یہ مقولہ پیچھے گزر ہی چکا ہے کہ

کان اعلم الناس اھل زمانہ — امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے زیادہ علم

والے تھے»

ان کے علاوہ یزید بن ہارونؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، اسرائیل بن یونسؒ

یحییٰ بن آدمؒ، وکیع بن الجراحؒ، امام شافعیؒ اور فضل بن دکین رحمہم اللہ۔

جیسے ائمہ حدیث سے بھی امام ابوحنیفہؒ کی توثیق منقول ہے، علم حدیث کے ان بڑے

بڑے اساطین کے اقوال کے مقابلے میں دو تین افراد کی جرح کس طرح قابل قبول

ہو سکتی ہے، لہٰذا اگر کثرت تعداد کی بنیاد پر ہو تو تب بھی امام صاحب کی تعدیل بھاری رہیگی

جرح اور تعدیل کے تعارض کو رفع کرنے کا دوسرا طریقہ "، جو کہ جرح و تعدیل کے تیسرے

اصول کی حیثیت رکھتا ہے، وہ حافظ ابن الصلاحؒ نے مقدمہ میں بیان کیا ہے - اور

اُسے جمہور محدثین کا مذہب قرار دیا ہے، وہ یہ کہ اگر جرح مفسّر نہ ہو یعنی اسمیں سبب جرح

بیان نہ کیا گیا ہو تو تعدیل ہمیشہ اس پر راجح رہیگی، خواہ تعدیل مفسّر ہو یا مبہم "

اس اصول پر دیکھا جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے خلاف جتنی جرحیں کی گئی ہیں وہ سب

مبہم ہیں، اور ایک بھی مفسّر نہیں، لہٰذا ان کا اعتبار نہیں، اور تعدیلات تمام مفسّر ہیں

کیونکہ اس میں ورع، تقویٰ اور حافظہ تمام چیزوں کا اثبات کیا گیا ہے۔

خاص طور سے اگر تعدیل میں اسباب جرح کی تردید کر دی گئی ہو، تو وہ بہت زیادہ مقدم ہوتی ہے

اور امام صاحب کے بارے میں ایسی تعدیلات بھی موجود ہیں، مثلاً حافظ ابن عبد البرؒ نے

" الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء " میں لکھا ہے کہ

اکثر ما عابوا علیہ الاغراق فی الرای والقیاس ولیس ذالک لعیب "

اور علماء نے اکثر جو امام ابوحنیفہؒ پر عیب لگایا ہے وہ رائی اور قیاس میں ان کا انہماک ہے اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ " الجرح مقدم علی التعدیل " کا قاعدہ اس وقت معتبر ہوتا ہے جبکہ جرح مفسر ہو، اور اس کا سبب بھی معقول ہو، اور بعض علماء کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ معدلین کی تعداد جارحین کی تعداد سے زیادہ نہ ہو،

(۲) امام ابوحنیفہؒ پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ نے

" میزان الاعتدال فی اسماء الرجال " میں امام ابوحنیفہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ

النعمان بن ثابت الکوفی امام اہل الرای ضعفہ النسائی وابن عدی والدارقطنی وآخرون

- نعمان بن ثابت کوفی اہل الرائے کے امام ہیں، نسائی، ابن عدی اور دارقطنی نے ان کی تضعیف کی ہے،

اس کا جواب یہ ہے کہ میزان الاعتدال میں یہ عبارت بلاشبہ الحاقی ہے، یعنی مصنف نے نہیں لکھی بلکہ کسی اور شخص نے اسے حاشیہ پر لکھا اور بعد میں متن میں شامل کر دیا گیا، یہ کسی کاتب کی غلطی سے یا جان بوجھ کر اس میں داخل کر دیا گیا، اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں

۱- حافظ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ میں اس کتاب میں ان بڑے بڑے ائمہ کا تذکرہ نہیں کروں گا، جن کی جلالت قدر حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ خواہ ان کے بارے میں کسی شخص نے کوئی کلام بھی کیا ہو، پھر ان بڑے بڑے

کی مثال میں امام ابوحنیفہؒ کا نام بھی انہوں نے صراحۃً ذکر کیا ہے، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ انہوں
اس کتاب میں امام صاحبؒ کا ذکر کیا ہو۔

۲۔ پھر جن بڑے بڑے ائمہ کا تذکرہ حافظ ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" میں نہیں کیا
ان کے تذکرہ کے لئے انہوں نے ایک مستقل کتاب "تذکرۃ الحفاظ" لکھی ہے۔ اور اس کتاب
میں امام ابوحنیفہؒ کا نہ صرف تذکرہ موجود ہے بلکہ ان کی بڑی مدح و توصیف بیان کی گئی ہے

۳۔ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب "لسان المیزان" کو "میزان الاعتدال" پر ہی
مبنی کیا ہے۔ یعنی جن رجال کا تذکرہ "میزان الاعتدال" میں نہیں ہے۔ ان کا تذکرہ "لسان المیزان"
میں بھی نہیں ہے، سوائے چند ایک کے اور "لسان المیزان" میں امام ابوحنیفہ کا تذکرہ موجود
نہیں ہے، یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں یہ عبارت
میزان الاعتدال میں بھی نہیں تھی، بعد میں بڑھائی گئی۔

۴۔ ہمارے شیخ ابوالفتاح ابوغدہ الحلبی حفظہ اللہ نے "الرفع والتکمیل" کے حاشیہ کے صفحہ ۱۰۱ پر
لکھا ہے کہ میں نے دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں "میزان الاعتدال" کا ایک نسخہ دیکھا ہے۔ (تحت الرقم حدیث ۳۶۸)
جو پورا کا پورا حافظ ذہبیؒ کے ایک شاگرد علامہ شرف الدین الوانی کے قلم سے لکھا ہوا ہے
اور اس میں یہ تصریح ہے کہ میں نے یہ نسخہ اپنے استاذ حافظ ذہبیؒ کے سامنے تین مرتبہ
پڑھا۔ اور ان کے مسودہ سے اس کا مقابلہ کیا، اس نسخہ میں امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ موجود
نہیں ہے۔ اسی طرح میں نے مراکش کے دار الحکومت رباط کے مشہور کتب خانہ "الخزانۃ العامرۃ"
میں ۱۳۹ ق نمبر کے تحت "میزان الاعتدال" کا ایک قلمی نسخہ دیکھا۔ جس پر حافظ ذہبیؒ
کے بہت سے شاگردوں کی پڑھنے کی تاریخیں درج ہیں۔ اور اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ
حافظ ذہبیؒ کے ایک شاگرد نے ان کے سامنے ان کی وفات سے صرف ایک سال پہلے پڑھا
تھا۔ اس نسخہ میں بھی امام صاحبؒ کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ یہ اس بات کا دستاویزی

ثبوت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں یہ عبارت بعد میں بڑھائی ہے۔ اصل نسخہ میں موجود نہیں تھی۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ حافظ ذہبیؒ کا دامن امام ابوحنیفہؒ کی تضعیف و تنقیص کے الزام سے بالکل پاک ہے، نیز حافظ ذہبیؒ ایسی بات لکھ بھی کیسے سکتے تھے، جبکہ خود انہوں نے ایک مستقل کتاب امام ابوحنیفہؒ کے مناقب پر لکھی ہے۔

پھر جہاں تک حافظ ابن عدی کا تعلق ہے۔ تو ان کے بارے میں پیچھے لکھا جا چکا ہے کہ وہ بیشک شروع میں امام ابوحنیفہؒ کے مخالف تھے، اور اس زمانہ میں انہوں نے امام صاحبؒ پر جرح بھی کی لیکن بعد میں جب وہ امام طحاویؒ کے شاگرد بنے تو امام ابوحنیفہؒ کی عظمت کا احساس ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی سابقہ غلطی کے کفارہ کے طور پر امام ابوحنیفہؒ کی مسند ترتیب دی، لہذا ان کے سابقہ قول کو امام صاحبؒ کے خلاف حجت میں پیش نہیں کیا جا سکتا،

اور امام نسائیؒ کی جرح کا جواب گزر چکا ہے،

(۳۰) تیسرا اعتراض۔ یہ کیا جاتا ہے کہ امام دارقطنیؒ نے اپنی سنن میں حدیث نبویؐ

من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ — جس کے لئے کوئی امام ہو تو امام کی قراءت اسکی قراءت ہوگی،

کے تحت لکھا ہے کہ

لم یسندہ عن موسیٰ بن عائشۃ غیر ابی حنیفۃ والحسن بن عمارۃ وھما ضعیفان — موسیٰ بن عائشہ کی سند سے سوائے ابو حنیفہ و حسن بن عمارہ کے کسی نے روایت نہیں اور وہ دونوں ضعیف ہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام دارقطنیؒ کی جرح ثابت ہے لیکن اس کا جواب وہی ہے جو امام نسائیؒ کی جرح کا ہے، غور کرنے کی بات ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام شعبہؒ، یحییٰ بن سعید القطانؒ، یحییٰ بن معینؒ، علی بن المدینیؒ، عبداللہ بن المبارکؒ

سفیان ثوریؒ، وکیع بن الجراحؒ، مکی بن ابراہیمؒ، اسرائیل بن یونسؒ اور یحییٰ بن آدم جیسے ائمہ حدیث کا قول معتبر ہوگا جو امام ابو حنیفہؒ کے معاصر ہیں یا ان کے قریب العہد ہیں، یا امام دارقطنیؒ کا جو امام صاحبؒ سے دو سو سال بعد پیدا ہوئے، بلکہ یحییٰ بن معین کے قول کے مطابق تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ تک کسی شخص نے بھی امام صاحبؒ پر جرح نہیں کی کیونکہ وہ کہتے ہیں، کہ "ماسمعت احداً جرحہ" (میں نے کسی کو نہیں سنا کہ وہ امام صاحبؒ پر جرح کرتا ہو"

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ امام نسائیؒ اور امام دارقطنیؒ جیسے ائمہ حدیث نے امام صاحبؒ کے بارے میں ایسی بے بنیاد بات کیسے کہہ دی!

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں ان بزرگوں کے اخلاص پر کوئی بدگمانی نہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام بخشا تھا اس کی بنا پر ان کے حاسدین بے شمار تھے اور انہوں نے امام صاحبؒ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں مشہور کر رکھی تھیں مثلاً یہ پروپیگنڈہ تو عام تھا کہ

امام صاحبؒ قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں، یہ پروپیگنڈہ اس شدت کے ساتھ کیا گیا کہ بعض ایسے اہل علم بھی اس سے متاثر ہو گئے جو امام صاحبؒ کے حالات سے ذاتی طور پر واقف نہیں تھے ان اہل علم میں سے جن حضرات کو حقیقت حال کا علم ہو گیا انہوں نے امام صاحبؒ کی مخالفت سے رجوع بھی کر لیا۔ جیسے حافظ ابن عدیؒ کی مثال گزری، دوسری مثال امام اوزاعیؒ کی ہے۔

علامہ کردریؒ نے صیمری سے اپنی سند سے عبداللہ بن المبارکؒ کا یہ قول "مناقب الامام الاعظم" جلد اول ص ۳۹ پر نقل کیا ہے، کہ میں شام آیا اور امام اوزاعیؒ سے ملا، انہوں نے جب یہ سنا کہ میں کوفہ سے آیا ہوں تو مجھ سے پوچھا کہ "من ھذا المبتدع الخارج بالکوفۃ یکنی بابی حنیفۃ" کون ہے یہ مبتدع خارج کوفہ میں جس کی کنیت ابو حنیفہ ہے؟ عبداللہ ابن المبارک فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت انکو کوئی مفصل جواب دینا مناسب نہ سمجھا، اور اپنے ٹھکانے پر واپس آگیا، البتہ بعد میں میں نے یہ کیا کہ امام ابو حنیفہؒ کے مستنبط کیے ہوئے فقہی مسائل جو میرے پاس محفوظ تھے تین دن میں ان کا ایک

مجموعہ تیار کیا، اور ان کے شروع میں قال ابوحنیفہ کے بجائے قال النعمان بن ثابت لکھدیا اور اُسے لیکر دن

امام اوزاعیؒ کے پاس لے گیا، انہوں نے اس کا مطالعہ کیا، اور مجھ سے دریافت کیا کہ "من النعمان

الذی ذکرتہ" یہ نعمان کون ہیں؟ قلت ابوحنیفہ" میں نے کہا ابوحنیفہ ہیں جس کا ذکر آپ نے کیا تھا، اس کے بعد میں نے دیکھا

کہ امام اوزاعیؒ کی ملاقات امام ابوحنیفہ سے ہوئی، دونوں میں انہی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی

جو مسائل میں نے لکھ کر امام اوزاعیؒ کو پیش کیے تھے، امام اعظمؒ نے مجھ سے زیادہ کھول کھول کر وضاحت

کے ساتھ بیان فرمایا کرتے رہے، جب امام ابوحنیفہؒ چلے گئے تو میں نے امام اوزاعیؒ سے دریافت کیا

"کیف رأیتہ" کیسا پایا آپ نے تو انہوں نے جواب دیا۔

غبطت الرجل لکثرۃ علمہ ووفور عقلہ استغفر اللہ ان کی کثرت علم وفور عقل کی وجہ سے ان پر مجھکو رشک ہوا

لقد کنت فی غلط ظاھر الزمہ فانہ بخلاف مابلغنی عنہ استغفر اللہ میں فاش غلطی پر تھا جو میں ان پر

اعتراض کرتا تھا، اسلئے کہ جو بات ان کے بارے میں مجھ کو پہنچی، اسکے خلاف پایا ان کو"

البتہ جن اہل علم کو امام صاحبؒ کے بارے میں حقیقت معلوم نہ ہو سکی وہ اپنے سابقہ موقف پر قائم رہے

اپنے خلوص کی وجہ سے وہ انشاء اللہ معذور ہیں، لیکن ان کے اقوال کو ایسے لوگوں کے مقابلہ میں

حجت نہیں بنایا جا سکتا جو امام صاحب سے حقیقۃً واقف تھے۔

خلاصہ یہ کہ علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام نہایت بلند پایہ ہے اور جن

حضرات کو ان سے تکدر ہوا وہ غلط اطلاعات کی بنا پر ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے انصاف کے ساتھ

امام صاحب کے حالات کا مطالعہ کیا ہے وہ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ علم حدیث میں بھی امام ابوحنیفہؒ

بلند مقام کے حامل ہیں، اور ان پر اعتراضات درست نہیں چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ اپنی

کتاب "التاج المکلل" میں امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے فقہ اور ورع کی تعریف کرتے ہیں

اور آخر میں لکھتے ہیں، ولم یکن یعاب بشیٔ سوی قلۃ العربیۃ" یعنی امام صاحب پر کوئی عیب نہیں

بیان کیا گیا سوائے قلت عربیت کے"

بیان و اب صدیق حسن خاں صاحبؒ نے علم حدیث کے اعتبار سے امام ابو حنیفہؒ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ البتہ قلتِ عربیت کا الزام لگایا ہے، اور یہ الزام بھی کسی طرح درست نہیں۔ دراصل یہ جملہ نواب صاحب نے قاضی ابن خلکان کی "وفیات الاعیان" سے نقل فرمایا ہے، لیکن آگے خود قاضی ابن خلکان نے اس الزام کی جو تردید کی ہے وہ نواب صاحب نے نقل نہیں کیا، قاضی ابن خلکان لکھا ہے کہ امام صاحب پر جو قلتِ عربیت کا الزام عائد کیا گیا ہے اسکی بنیاد صرف ایک واقعہ پر ہے، اور وہ یہ کہ ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ وہاں ایک مشہور نحوی نے ان سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی کو پتھر مار کر ہلاک کر دے تو اس پر قصاص آئیگا یا نہیں امام صاحب نے فرمایا نہیں اس پر نحوی نے متعجب ہوکر پوچھا "ولو رماہ بحجر" (خواہ بڑے پتھر سے مارا ہو) امام صاحب نے فرمایا "نعم ولو رماہ بابا قبیس" ہاں اگرچہ ابو قبیس پہاڑ سے مارا ہو، اس سے اس نحوی نے مشہور کر دیا کہ امام صاحب کو عربیت میں مہارت نہیں، کیونکہ بابی قبیس کہنا چاہئے تھا، لیکن قاضی ابن خلکان کہتے ہیں کہ امام صاحب پر یہ اعتراض درست نہیں، کیونکہ بعض قبائل عرب کی لغت میں اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب حالت جری میں بھی الف سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک شاعر کا مشہور شعر ہے ؎

ان اباها وابا اباها
قد بلغا فی المجد غایتاها

یہاں قاعدہ کی رو سے "ابا ابیها" ہونا چاہئے تھا، لیکن شاعر نے حالت جری میں بھی الف ظاہر کیا۔ لہذا امام صاحب ابو حنیفہؒ کا مذکورہ بالا قول انہی قبائل عرب کی لغت کے مطابق تھا۔ صرف اس واقعہ کو بنیاد بنا کر امام اعظم ابو حنیفہؒ جیسی شخصیت پر قلتِ عربیت کا الزام ناانصافی کے سوا کچھ نہیں، یہاں اس بحث کا مختصر خلاصہ ذکر کیا گیا ہے۔ تفصیل علامہ ظفر احمد عثمانی کی کتاب "انجاء الوطن عن الازدراء بامام الزمن" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

(۴) چوتھا اعتراض: یہ کیا جاتا ہے کہ امام بخاریؒ نے "تاریخ صغیر" میں نعیم بن حماد کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ جب امام ابو حنیفہؒ کی وفات کی خبر سفیان ثوریؒ کی مجلس میں پہنچی تو انہوں نے فرمایا

"الحمد لله کان ینقض الاسلام عروة عروة ما ولد فی الاسلام اشأم منه" (الله کا شکر ہے، اس شخص نے اسلام کی زنجیر کا ایک ایک حلقہ الگ کر دیا، اسلام میں ان سے زیادہ منحوس کوئی نہیں پیدا ہوا)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بلاشبہ غلط ہے، اس کے بارے میں امام بخاریؒ کو تو متہم نہیں کیا جا سکتا، انہوں نے جیسا سنا ویسا ہی لکھ دیا، یہ نعیم بن حماد امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں نہایت متعصب ہے، اس لئے اس روایت کی تکذیب کے لئے صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ یہ نعیم بن حماد سے مروی ہے، کیونکہ حافظ ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" میں کئی ائمہ حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگرچہ بعض لوگوں نے نعیم کی توثیق کی ہے، لیکن وہ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں جھوٹی روایات نقل کرتے تھے۔ حافظ فرماتے ہیں "یروی حکایات فی ثلب ابی حنیفة کلها کذب" (وہ امام ابو حنیفہؒ کی عیب جوئی اور برائی میں بہت سے قصے بیان کئے گئے ہیں وہ کل کے کل جھوٹے ہیں) اس جملے کے بعد اس حکایت کی جواب دہی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور سوچنے کی بات ہے کہ سفیان ثوریؒ ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ خود امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ اور تقریباً نوے فیصد مسائل فقہیہ میں امام ابو حنیفہ کی موافقت کرتے ہیں، اور خود انہی کا واقعہ ہے جو غالباً حافظ ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے، کہ جب امام ابو حنیفہ ان کے بھائی کی تعزیت کے لئے ان کے پاس آئے تو سفیان ثوریؒ نے اپنے حلقۂ درس سے کھڑے ہوکر ان کا استقبال کیا، بعض معاصرین نے اس تعظیم پر اعتراض کیا تو امام سفیان ثوریؒ نے جواب دیا "هذا رجل من العلم بمكان فان لم اقم لعلمه قمت لسنه وان لم اقم لسنه قمت لفقهه وان لم اقم لفقهه قمت لورعه" (یعنی یہ وہ شخص ہے کہ علم میں اس کا ایک مقام ہے، اگر میں اس کے علم کی وجہ سے نہیں کھڑا ہوا تو اس کے سن کی وجہ سے کھڑا ہوا، اگر اس کے سن کی وجہ سے نہیں کھڑا ہوا تو اس کے فقہ کی وجہ سے کھڑا ہوا اور اگر اس کے فقہ کی وجہ سے نہیں کھڑا ہوا تو اس کی ورع کی وجہ سے کھڑا ہوا،) اس سے صاف ظاہر ہے کہ سفیان ثوریؒ امام ابو حنیفہؒ کی کتنی عزت کرتے

کر ستقتے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ امام بخاریؒ جیسے جلیل القدر محدث نے ایسا ہوناً قصداً کیوں کر روایت نہ کر دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف تعصب رکھنے والوں نے امام بخاری کو امام ابو حنیفہؒ کے خلاف بہت متاثر کیا ہوا تھا۔ اسلئے انھیں نعیم بن حماد کی روایات میں کوئی بھی خرابی محسوس ہی نہ ہو سکی، حاسدین کی سازشوں کے علاوہ امام بخاریؒ کے متاثر ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ امام بخاری کے استاذ حمیدی ظاہری المسلک تھے اور ظاہریہ کو حنفیہ کے خلاف ہمیشہ سے غیظ رہا ہے۔ لہٰذا امام بخاریؒ بھی اپنے استاد سے خالی نہ رہ سکے،

شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ نے "المیزان الکبریٰ" میں نقل کیا ہے کہ شروع میں سفیان ثوریؒ بھی بعض لوگوں کے اس خیال سے متاثر ہو گئے تھے کہ امام صاحبؒ قیاس کو نصوص پر مقدم رکھتے ہیں، چنانچہ ایک دن سفیان ثوریؒ، مقاتل بن حیانؒ، حماد بن سلمہؒ اور جعفر صادق رحمہم اللہ ان کے پاس گئے اور بہت سے مسائل پر صبح سے ظہر تک گفتگو رہی جس میں امام صاحبؒ نے اپنے مذہب کے دلائل پیش کیے، تو آخر میں سب حضرات نے امام صاحب کے ہاتھ چومے اور ان سے کہا کہ

انت سید العلماء فاعف عنا فیما مضیٰ منا من وقیعتنا فیک بغیر علم	یعنی آپ سید العلماء ہیں، لہٰذا ہم کو معاف فرمائیے جو ہم نے بغیر علم کے آپ کی ذات اقدس کی غیبت کی اور اعتراضات کیے

⑤ پانچواں اعتراض ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ "قال مالک ایذکر ابو حنیفۃ فی بلادکم قلت نعم فقال ماینبغی لبلادکم ان تسکن" (یعنی امام مالکؒ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا ابو حنیفہ کا چرچا تمہارے شہروں میں ہے کہا ہاں تو فرمایا کہ تمہارے شہروں میں رہنا مناسب نہیں کہ وہاں سکونت اختیار کی جائے) اس کا جواب شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ "المیزان الکبریٰ" میں لکھتے ہیں کہ حافظ مزیؒ نے فرمایا ہے کہ اس روایت کے راوی ولید بن مسلم ضعیف ہے اور اگر بالفرض امام مالک کا یہ قول ثابت بھی ہو

تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس شہر میں امام ابو حنیفہؒ جیسا عالم موجود ہو تو وہاں کسی اور عالم کی ضرورت نہیں،

(۶) چھٹا اعتراض ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی روایات صحاح ستہ میں موجود نہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ ستہ کے نزدیک وہ قابل استدلال نہ تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ انتہائی سطحی اور جاہلانہ اعتراض ہے۔ ان حضرات کا کسی جلیل القدر امام سے روایات کو اپنی کتاب میں درج نہ کرنا۔ اسکی تضعیف کو مستلزم نہیں ہے۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ امام بخاری نے امام شافعی کی کوئی روایت نہیں لی ہے بلکہ امام احمد بن حنبلؒ جو امام بخاری کے استاذ ہیں اور جنکی صحبت انہوں نے بہت اٹھائی ہے ان کی بھی پوری صحیح بخاری میں دو روایتیں ہیں، ایک تعلیقاً منقول ہے اور دوسری امام بخاری نے کسی واسطہ سے روایت کی ہے اسی طرح امام مسلم نے اپنی صحیح میں امام بخاری سے کوئی روایت نقل نہیں کی حالانکہ وہ ان کے استاد ہیں۔ نیز امام احمد نے اپنی مسند میں امام مالک کی صرف تین روایات ذکر کی ہیں حالانکہ امام مالک کی سند اصح الاسانید شمار کی جاتی ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد تینوں ضعیف ہیں اس معاملہ میں حقیقت وہ ہے جو علامہ زاہد الکوثریؒ نے "شروط الائمۃ الخمسہ للحازمی" کے حاشیہ میں لکھی ہے کہ درحقیقت ائمہ حدیث کے پیش نظر یہ بات تھی کہ وہ ان حدیث احادیث کو زیادہ سے زیادہ محفوظ کر جائیں، جن کے ضائع ہونے کا خطرہ تھا، بخلاف امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد رحمہم اللہ جیسے حضرات کو ان کے تلامذہ اور متبعین کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ان کی روایات ضائع ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے اسکی حفاظت کی زیادہ فکر نہیں کی

امام ابو حنیفہ پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ وہ قیاس کو نصوص پر مقدم رکھتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ اس کے برعکس امام صاحب بعض اوقات متکلم فیہ حدیث کی وجہ سے بھی قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں، جیسا کہ نقض الوضوء بالقہقہہ میں انہوں نے قیاس کو ترک کر دیا حالانکہ اس باب میں احادیث متکلم فیہ ہیں دوسرے ائمہ نے ان کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کیا ہے۔

اس سلسلہ میں شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ نے جو خود شافعی المسلک ہیں اپنی کتاب "میزان الکبریٰ" میں ایک مستقل فصل قائم کی ہے۔ "فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام ابا حنیفہؒ الی انہ یقدم القیاس علی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اس فصل میں وہ تحریر فرماتے ہیں، "اعلم ان هذا الكلام صدر من متعصب على الامام متهور في دينه غير متورع في مقاله غافلا عن قوله تعالى ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان عنه مسئولا وعن قوله ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد وقد روى الامام ابو جعفر الشيزاماري (نسبة الى قرية ببلخ) بالسند المتصل الى الامام ابي حنيفة انه قال كذب والله وافترى علينا من يقول عنا اننا نقدم القياس على النص وهل يحتاج بعد النص الى قياس وكان يقول نحن لا نقيس الا عند الضرورة الشديدة وذلك اننا ننظر اولا في دليل تلك المسئلة من الكتاب والسنة واقضية الصحابة فان لم نجد دليلا قسنا حينئذ. وفي رواية اخرى كان يقول ما جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين بابي هو وامي وليس لنا مخالفته وما جاءنا عن الصحابة تخيرنا وما جاءنا عن غيرهم فهم رجال ونحن رجال" اس کے علاوہ شیخ شعرانی تحریر فرماتے ہیں، "اعلم یا اخی لم اجب عن الامام بالصدر واحسان الظن فقط كما يفعل بعض ... وانما اجبت عنه بعد التتبع والفحص في كتب الادلة ومذهبه اول المذاهب تدوينا واخرها انقراضا كما قاله بعض اهل الكشف"

امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ ان کے اکثر مسائل مستدلات علم حدیث کی رو سے ضعیف ہوتے ہیں۔

اس کا تفصیلی جواب تو ہر مسئلہ کے تحت انشاء اللہ آ رہا ہے، اس کے علاوہ اس کا مجموعی جواب شیخ عبد الوہاب شعرانی نے دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ کے ادلہ پر خوب غور کیا، اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ امام صاحب کے دلائل یا تو قرآن کریم سے ماخوذ ہیں یا احادیث صحیحہ سے یا احادیث حسنہ سے یا ایسی ضعیف احادیث سے جو تعدد طرق کی وجہ سے حسن کے درجہ میں آ گئی ہیں اس سے نیچے کی کوئی دلیل نہیں، انتہیٰ ملخصاً۔ اس کے علاوہ احادیث کی تضعیف و تصحیح کے جو اصول بیان کئے گئے ہیں ان کو ذہن میں رکھا جائے۔ تو اس اعتراض کی اور خاص پر اعتراضات کے علاوہ دوسرے اعتراضات کا جواب با آسانی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ امام (اعظمؒ) کے بارے میں اتنی باتیں ایک منصف کے لئے کافی ہو سکتی ہیں، مزید تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں دیکھی جائیں ① انجاء الوطن عن الازدراء بامام الزمن مولانا ظفر احمد عثمانی ② الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل امام عبد الحی لکھنوی مع تعلیق ابو غدہ عبد الفتاح حلبی ③ مقدمہ التعلیق الممجد علی موطا امام محمد شیخ لکھنوی کا ④ الانتقاء لابن عبد البر ⑤ تبییض الصحیفہ علامہ سیوطی

والله سبحانه وتعالى اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ کتاب الآثار

از مولانا محمد عبد الرشید نعمانی

اس کتاب کی اہمیت اور عظمت شان کا اندازہ لگانے کے لئے حسب ذیل امور پر نظر ڈالنا ضروری ہے ۱۔ مصنف کا فضل و کمال، ۲۔ صحت کا التزام، ۳۔ حسن ترتیب اور موضوع سے متعلق تمام اہم مباحث کا استیعاب، قبولیت عام اور شہرت

ہمارا دعویٰ ہے کہ ان تمام اوصاف کے لحاظ سے "کتاب الآثار" فقہ یعنی علم سنن واحکام کی جملہ تصانیف سے فائق ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے،

مصنف کا فضل و کمال

اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ "کتاب الآثار" کے سوا آج ہمارے پاس سنن کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں کہ جس کے مصنف کو تابعیت کا شرف حاصل ہو اور یہ وہ فضیلت ہے کہ جس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس عہد کے تمام نامور ائمہ میں ممتاز ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی شافعی شارح مشکوٰۃ حافظ ابن حجر عسقلانی کے فتاویٰ سے ناقل ہیں۔

انه ادرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة بعد مولده بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك لاحد من ائمة الامصار المعاصرين له كالاوزاعي بالشام والحمادين بالبصرة والثوري بالكوفة ومالك بالمدينة المشرفة والليث بن سعد بمصر

(الخیرات الحسان فصل سادس از علامہ ابن حجر مکی)

امام ابوحنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا جو کوفہ میں تھے، جبکہ وہ ۸۰ھ میں وہاں پیدا ہوئے، لہٰذا وہ تابعین کے طبقہ میں ہیں، اور یہ بات ان کے معاصر ائمہ امصار میں سے کسی کی نسبت جیسے کہ اوزاعی کی نسبت جو کہ شام میں تھے اور حماد ابن سلمہ حماد ابن زید کی نسبت جو بصرہ میں تھے اور سفیان ثوری کی نسبت جو کوفہ میں تھے۔ اور مالک کی نسبت جو مدینہ شریف میں تھے۔ اور لیث بن سعد کی نسبت جو مصر میں تھے ثابت نہیں ہوئی۔

امام ممدوح کی جلالت قدر کے لئے اس سے زیادہ کیا درکار ہے کہ وہ امت میں امام اعظم کے لقب سے مشہور ہیں اور ان کے اجتہادی مسائل پر اسلامی دنیا کی دو تہائی آبادی بارہ سو برس سے برابر عمل کرتی چلی آ رہی ہے، تمام اکابر ائمہ آپ کے فضل و کمال کے معترف ہیں، ابن مبارک کا بیان ہے کہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک بزرگ آئے اور جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو امام موصوف نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھے، حاضرین نے عرض کیا نہیں (اور میں ان کو پہچان چکا تھا) فرمانے لگے

هذا ابو حنيفة النعمان لو قال هذه الاسطوانة من ذهب لخرجت كما قال لقد وفق له الفقه حتى ما عليه فيه كثير مؤنة

یہ ابو حنیفہ نعمان ہیں جو اگر یہ کہہ دیں کہ یہ ستون سونے کا ہے۔ تو ویسا ہی نکل آئے، ان کو فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس فن میں انھیں ذرا مشقت نہیں نہیں ہوئی،

مناقب ابی حنیفہؒ از حافظ ذہبی ص ۱۹ پر ہے

قال الشافعي الناس عيال على ابي حنيفة في الفقه

لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں

نیز ص ۲۷ پر امام ذہبی فرماتے ہیں

قال ابو بكر المروزي سمعت احمد بن حنبل قال لم يصح عندنا ان ابا حنيفة قال القرآن مخلوق

ابو بکر مروزی نے فرمایا میں نے امام احمد بن حنبل کو سنا فرماتے ہمارے نزدیک یہ بات ثابت نہیں کہ امام ابو حنیفہ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں

میں نے عرض کیا الحمد للہ۔ اے ابو عبد اللہ (یہ امام احمد کی کنیت ہے) ان کا علم میں بڑا مقام ہے تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔

سبحان الله هو من العلم والورع وايثار الدار الآخرة بمحل لا يدركه احد

سبحان اللہ وہ تو علم، ورع اور آخرت کو اختیار کرنے اور ترجیح دینے میں اس مقام پر ہیں جہاں کسی کی رسائی نہیں۔

نیز فرماتے ہیں ص ۲۷

قال سفيان بن عيينة ما مقلت عيني مثل ابو حنيفة

سفیان بن عیینہ نے فرمایا میری آنکھوں نے امام ابو حنیفہ کے مثل نہیں دیکھا

مناقب صیمری میں سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں

العلماء ابن عباس في زمانه والشعبي في زمانه وابو حنيفةؒ في زمانه

علماء تو یہ تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے زمانہ میں شعبی اپنے زمانہ میں اور ابو حنیفہ اپنے زمانہ میں

صدر الائمہ مکی "مناقب الامام" ص ۲۵ ج ۲ میں فرماتے ہیں کہ فن رجال کے مشہور امام عبد الرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں

كنت نقالا للحديث فرأيت سفيان الثوري امير المؤمنين في العلماء وسفيان بن عيينة امير العلماء وشعبة عيار الحديث وعبد الله بن المبارك صراف الحديث ويحيى بن سعيد قاضي العلماء وابا حنيفة قاضي قضاة العلماء ومن قال لك سوى هذا فارمه في كناسة بني سليم

میں حدیث کا بڑا نقل کرنے والا تھا سو میں نے دیکھا کہ سفیان ثوری تو علماء میں امیر المؤمنین ہیں اور سفیان بن عیینہ امیر العلماء ہیں اور شعبہ حدیث کی کسوٹی ہیں، اور عبد اللہ بن المبارک حدیث کے صراف اور یحییٰ بن سعید قاضی العلماء ہیں اور ابو حنیفہ قاضی قضاۃ العلماء ہیں اور جو شخص تمہیں اس کے سوا کچھ کہے تو اس کا ٹھکانا بنی سلیم کا کوڑا خانہ ہے

شیخ الاسلام یزید بن ہارون کا قول ہے کہ

کان ابوحنیفۃ تقیاً نقیاً زاہداً عالماً صدوق اللسان احفظ اہل زمانہ سمعت کل من ادرکتہ من اہل زمانہ انہ ما رأی افقہ منہ

(مناقب صیمری)

ابوحنیفہ متقی، پاکیزہ صفات، زاہد، عالم زبان کے سچے اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے، میں نے ان کے معاصرین میں سے جتنے لوگوں کو پایا سب کو یہی کہتے سنا کہ ان سے زیادہ فقیہہ نہیں دیکھا گیا "

مناقب ذہبی میں یزید بن ہارون کا بیان مذکور ہے کہ

لم ار اعقل ولا افضل ولا اورع من ابی حنیفۃؒ

میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ عاقل ان سے افضل اور ان سے زیادہ پاکباز نہیں دیکھا۔ "

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان کا قول مقدمہ کتاب التعلیم از مسعود بن شیبہ سندی میں بحوالہ تاریخ امام طحاوی میں مذکور ہے

انہ واللہ لاعلم ہذہ الامۃ بما جاء عن اللہ عن رسولہ

بیشک ابوحنیفہ خدا کی قسم اس امت میں خدا اور اس کے رسول سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں "

سید الحفاظ یحییٰ بن معین سے ایک بار ان کے شاگرد حافظ محمد بن محمد البغدادی نے ابوحنیفہؒ کے متعلق ان کی رائے دریافت کی تو فرمانے لگے

عدل ثقۃ ما ظنک بمن عدلہ ابن المبارک ووکیع

سراپا عدالت اور ثقہ ہیں، ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جس کی توثیق و تعدیل ابن المبارک اور وکیع نے کی ہے۔

امام عبداللہ ابن المبارکؒ کہا کرتے تھے کہ

لولا ان اللہ تدارکنی بابی حنیفۃؒ وسفیان لکنت بدعیا

اگر اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعہ میری دستگیری نہ فرماتے تو میں بدعتی ہوتا "

شیخ الاسلام ابوعبدالرحمٰن مقری امام ابوحنیفہؒ سے حدیث کی روایت کرتے تو ان الفاظ میں کرتے۔ حدثنا ابوحنیفۃ شاہ مرداں "

ان ائمۂ اعلام کی ان شہادتوں سے جو صحیح ترین ماخذ سے منقول ہیں آپ ابوحنیفہ کی جلالت علمی کا اندازہ لگا سکتے ہیں، کہ امت محمدیہ میں ان کا کیا مقام ہے۔

امام اہل بلخ خلف بن ایوب نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ

صار العلم من اللہ تعالیٰ الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم صار الی الصحابۃ ثم صار الی التابعین ثم صار الی ابی حنیفۃ واصحابہ فمن شاء رضی ومن شاء فلیسخط

اللہ تعالیٰ سے علم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا۔ آپ کے بعد آپ کے صحابہ کو، صحابہ کے بعد تابعین کو پھر تابعین سے امام ابوحنیفہ کو اور ان کے اصحاب کو ملا۔ اس پر کوئی خوش ہو یا ناراض ہو،

پہلے اس پر غور کیجئے کہ حدیث میں امام ابوحنیفہ کا کیا پایہ ہے۔

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں

کان اعلم عصرہ بالحدیث

وہ اپنے معاصرین میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے

شیخ الاسلام یزید بن ہارون (المتوفی ۲۰۶ھ) جن کے بارے میں علی بن المدینی کہا کرتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا، اور سید الحفاظ یحییٰ بن سعید القطان المتوفی ۱۹۸ھ (ان جن کے بارے میں ابن المدینی کا قول ہے کہ ان سے بڑھ کر رجال کا عالم میری نظر سے نہیں گزرا)

ان دونوں بزرگوں کی تصریحات اس سلسلے میں ابھی آپکی نظر سے گذریں

پھر اس امر کو نظر میں رکھیے کہ امام ابوحنیفہؒ کی نظرِ انتخاب نے چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے چن کر اس کتاب (یعنی کتاب الآثار) کو مرتب کیا ہے۔ چنانچہ صدر الائمہ موفق بن احمد مکی امام الائمہ ابوبکر بن محمد زرنجری المتوفی ۵۱۲ھ کے حوالے سے نقل کیا ہے جو بڑے پایہ کے محدث گذرے ہیں کہ

وانتخب ابوحنیفة رحمه الله الآثار من اربعین الف حدیث

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے

فائدہ: یہ چالیس ہزار متون احادیث کی تعداد نہیں اسانید کی ہے اور اس تعداد میں صحابہ کرام کے اقوال اور تابعین کے فتاویٰ بھی داخل ہیں، کیونکہ سلف کی اصطلاح میں ان سب کے لئے حدیث اور اثر کا لفظ استعمال ہوتا تھا، امام ابوحنیفہ کے زمانے میں احادیث کے طرق و اسانید کی تعداد چالیس پچاس ہزار سے متجاوز نہ تھی، بعد کو بخاری و مسلم کے عہد میں یہی تعداد لاکھوں تک جا پہنچی کیونکہ جب ایک شیخ نے کسی حدیث کو مثلاً دس شاگردوں سے بیان کیا۔ تو اب محدثین کی اصطلاح کے مطابق اس حدیث کی دس اسنادیں اور دس طریقے ہو گئے۔ چنانچہ اگر آپ "کتاب الآثار" اور موطا کی احادیث کی تخریج بقیہ کتب احادیث سے کرنے بیٹھیں تو ایک ایک روایت کے دسیوں بیسیوں بلکہ سینکڑوں طریقے اور اسنادیں مل جائینگی،

حافظ ابونعیم اصفہانی نے مسند ابی حنیفہ میں بہ سند متصل یحییٰ بن نصر بن حاجب کی زبانی نقل کیا ہے

دخلت علی ابی حنیفة فی بیت مملوء کتبا۔ فقلت ما هذه؟ قال هذه احادیث کلها وما حدثت به الا

میں ابوحنیفہؒ کے یہاں ایسے مکان میں داخل ہوا کہ جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا کتابیں ہیں۔ فرمایا یہ سب حدیثیں ہیں

الیسیر الذی ینتفع به

میں نے ان میں جو کچھ صرف تھوڑی سی حدیثیں بیان کی ہیں جن سے نفع ہو،

پھر یہ دیکھیے کہ بڑے بڑے محدثین نے امام ابوحنیفہؒ کی اس احتیاط کا کن لفظوں میں اعتراف کیا ہے۔ حافظ ابومحمد عبداللہ حارثی بسند متصل وکیع سے جو حدیث کے بہت بڑے امام ہیں نقل کرتے ہیں کہ

اخبرنا القاسم بن عباد سمعت یوسف الصفار یقول سمعت وکیعا یقول لقد وجد الورع من ابی حنیفةؒ فی الحدیث مالم یوجد من غیره

جیسی احتیاط امام ابوحنیفہؒ سے حدیث میں پائی گئی کسی دوسرے میں نہیں پائی گئی۔

اسی طرح علی ابن الجعد جوہری سے جو حدیث کے بہت بڑے حافظ اور امام بخاری اور ابوداؤد کے شیخ ہیں نقل کیا ہے کہ

~~کان ابوحنیفةؒ ثقة لا یحدث~~

قال القاسم بن عباد فی حدیثه قال علی بن الجعد ابوحنیفة اذا جاء بالحدیث جاء به مثل الدر

امام ابوحنیفہؒ جب حدیث بیان کرتے ہیں تو موتی کی طرح آبدار ہوتی ہے۔

اور یحییٰ بن معین جن پر فن جرح و تعدیل کا دارومدار ہے فرماتے ہیں

کان ابوحنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ

امام ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں جو حدیث ان کو یاد ہوتی ہے وہی بیان کرتے ہیں، اور جو حفظ نہیں ہوتی اس کو بیان نہیں کرتے،

امام عبداللہ بن مبارک جن کی جلالتِ شان پر سارے محدثین کا اتفاق ہے انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی مدح جو اشعار کہے ہیں۔ ان میں "کتاب الآثار" کا ذکر اس طرح کیا ہے،

روی آثارہ فاجاب فیھا   کطیران الصقور من المنیفہ

انہوں نے اپنی کتاب آثار کی روایت کی تو اس میں سرعت سے رواں ہوئے جیسے بلندی سے شکاری پرندے اڑتے ہوں

فلم یک بالعراق لہ نظیر   ولا بالمشرقین ولا بکوفہ

سو نہ تو عراق میں ان کی نظیر تھی نہ مشرق و مغرب میں نہ کوفہ میں

اسی طرح امام اہل سمرقند ابو مقاتل سمرقندی اپنی ایک نظم میں جو انہوں نے امام ممدوح کی منقبت میں کہی ہے فرماتے ہیں

روی الآثار عن نبلٍ ثقات   غزار العلم مشیخۃ حصیفہ

انہوں نے الآثار کو نبلاء ثقات سے روایت کیا ہے جو بڑے وسیع العلم اور مشائخ تھے

اب خود سوچ لیجئے کہ "کتاب الآثار" کی روایات صحت کے کس اعلیٰ معیار پر ہیں

حُسنِ ترتیب و استیعابِ مباحث

تاریخ رجال کی کتابوں میں علم حدیث کے متعلق صحابہ و تابعین اس کثرت کے بہت سے نوشتوں اور صحیفوں کا ذکر ملتا ہے۔ (ان صحیفوں میں سے مشہور تابعی ہمام ابن منبہ کا صحیفہ ہے جو ۵۸ھ سے پہلے کی تالیف ہے) جو اس کثرت سے تھے کہ محدث ابو نعیم اصفہانی کی روایت کے مطابق امام ابو حنیفہ کا (مکان) ان سے بھرا ہوا تھا۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ کوفہ میں علم حدیث کا جس قدر تحریری سرمایہ تھا وہ سب امام ممدوح نے اپنے پاس جمع کر لیا تھا تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دوسرے بلاد اسلامیہ میں اور کس قدر ذخیرہ موجود ہوگا۔ لیکن اس کثرت کے باوجود ابھی تک حدیثِ نبوی کے جتنے صحیفے اور مجموعے لکھے گئے تھے ان کی

ترتیب فنی نہ تھی، بلکہ ان کے جامعین نے کیف ما اتفق جس قدر حدیثیں ان کو یاد تھیں۔ انھیں قلمبند کر لیا تھا۔ تمام امت میں امام ابو حنیفہؒ کو اس بارے میں شرف اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے علم شریعت کو باقاعدہ ابواب پر مرتب فرمایا اور اس خوبی اور خوش اسلوبی سے مرتب فرمایا کہ آج تک سنن و احکام کی تمام کتابیں انھیں کی فقہی ترتیب کے مطابق مرتب و مدون ہوتی چلی آرہی ہیں، سب سے پہلے امام مالکؒ نے موطّا کی ترتیب میں امام ابو حنیفہؒ کا تتبع کیا۔ اور بعد کو تمام ائمہ نے اسی طریقہ کو اختیار کیا۔ حسن قبول اسی کا نام ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

این سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

علامہ سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں

من مناقب ابی حنیفۃ التی انفرد بھا انہ اول من دوّن علم الشریعۃ ورتبہ ابواباً ثم تبعہ مالک بن انس فی ترتیب الموطّا ولم یسبق ابا حنیفۃ احد (تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ ص ۳۷)

امام ابو حنیفہ کے ان خصوصی مناقب میں سے جن میں وہ منفرد ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں۔ جنہوں نے علم شریعت کو مدوّن کیا اور اس کی ابواب پر ترتیب کی۔ پھر امام مالک بن انس نے موطّا کی ترتیب میں ان ہی کی پیروی کی اور اس امر میں امام ابو حنیفہ پر کسی کو سبقت اور اولیت حاصل نہیں "

امام ابوبکر عیسیٰ بن داؤد رحمہ اللہ نے جن کا شمار متقدمین فقہاء میں ہے۔ اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔

واذا كان الله تعالى قد ضمن لنبيه صلى الله عليه وسلم حفظ الشريعة وكان ابوحنيفة اول من دونها فيبعد ان يكون الله قد ضمنها اول من دونها على خطأ (مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ ص٣٦ ج٢)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی شریعت کے متعلق حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس کو مدون فرمایا تو اب یہ بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اسکی حفاظت کی ضمانت لے اور پھر اس کا پہلا مدون اس کی غلط تدوین کردے

قبولیت عالم اور شہرت

قبول عام اور شہرت دوام کا یہ حال ہے کہ امت مرحومہ کا سواد اعظم جس کی تعداد کا اندازہ دوثلث اہل اسلام کیا جاتا ہے۔ فقہ میں جس مذہب کا پیرو ہے۔ وہ مذہب حنفی ہے۔ اور اس مذہب کے مسائل فقہ کی بنا اسی کتاب "کتاب الآثار" کی احادیث وروایات پر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" میں "کتاب الآثار" کو حنفیوں کی امہات کتب میں شمار کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ

مسند ابی حنیفہؒ وآثار محمد بنائے فقہ حنفیہ است

فقہ حنفی کی بنا مسند ابی حنیفہ اور آثار محمدؒ پر ہے

امام ابوحنیفہؒ کی تصانیف سے امام مالکؒ کے استفادہ کا ذکر کتب تاریخ میں بصراحت مذکور ہے۔ چنانچہ

قاضی ابوالعباس محمد بن عبداللہ بن ابی العوام اپنی کتاب "اخبار ابی حنیفہ" میں بسند ناقل ہیں

حدثنی یوسف بن احمد المکی ثنا محمد بن حازم الفقیہ ثنا محمد بن علی الصائغ بمکۃ ثنا ابراہیم بن محمد عن الشافعی عن عبد العزیز الدراوردی

قال کان مالک بن انس ینظر فی کتب ابی حنیفۃ وینتفع بہا (تعلیقات الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الفقہاء از محمد زاہد کوثری ص١٤٠)

امام شافعی کا بیان فرماتے ہیں کہ عبد العزیز دراوردی کا بیان ہے کہ امام مالک بن انسؒ امام ابوحنیفہ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے اور ان سے نفع اندوز ہوتے تھے

اور خود امام شافعی نے تصریح کی ہے کہ

من لم ینظر فی کتب ابی حنیفۃ لم یتبحر فی الفقہ (مناقب ابی حنیفہ از صیمری)

جو شخص امام ابوحنیفہ کی تصانیف نہیں دیکھے گا فقہ میں متبحر نہیں ہوگا

ابومسلم مستملی نے ایک بار شیخ الاسلام یزید بن ہارون سے بغداد میں سوال کیا کہ

یا ابا خالد ما تقول فی ابی حنیفۃ والنظر فی کتبہ

اے ابوخالد ابوحنیفہ اور ان کی تصانیف کے مطالعہ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں

شیخ الاسلام نے جواب دیا

انظروا فیہا ان کنتم تریدون ان تفقہوا

اگر تم فقیہ بننا چاہتے ہو تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرو۔

ایک اور موقعہ پر جب یزید بن ہارون حدیث کا درس دے رہے تھے طلباء کو خطاب کر کے فرمانے لگے

ہمتکم السماع والجمع لو کان ہمتکم العلم لطلبتم تفسیر الحدیث ومعانیہ ونظرتم فی کتب ابی حنیفۃ واقوالہ فیفسر لکم الحدیث

تمہارا مقصد تو بس حدیث کا سننا اور جمع کرلینا ہے اگر علم تم لوگوں کا مقصد ہوتا تو حدیث کی تفسیر اور اس کے معانی کی تلاش کرتے اور ابوحنیفہ کی تصانیف اور ان کے اقوال میں غور کرتے تب حدیث کی تشریح تم پر کھلتی

حافظ عبد اللہ ابن داؤد خریبی فرماتے ہیں

من اراد ان یخرج من ذل العمی والجھل ویجد لذۃ الفقہ فلینظر فی کتب ابی حنیفۃ۔

جو شخص چاہتا ہے کہ نابینائی اور جہالت کی ذلت سے نکلے اور فقہ کی لذت سے آشنا ہو اس کو چاہیے کہ ابو حنیفہ کی کتابیں دیکھے

حافظ ابو یعلی خلیلی نے "کتاب الارشاد" میں امام مزنی کے ترجمہ میں جو امام شافعی کے اجل تلامذہ میں سے شمار کیے جاتے ہیں، لکھا ہے کہ امام طحاوی مزنی کے بھانجے تھے ایکبار محمد بن احمد شروطی نے ان سے دریافت کیا کہ

لم خالفت خالک واخترت مذہب ابی حنیفۃ

آپ نے اپنے ماموں کے خلاف ابو حنیفہ کا مذہب کیوں اختیار کر لیا

امام طحاوی نے فرمایا

لانی کنت اری خالی یدیم النظر فی کتب ابی حنیفۃ فلذالک انتقلت الیہ

اس لئے کہ میں نے اپنے ماموں کو دیکھا کرتا تھا کہ وہ ہمیشہ ابو حنیفہ کی کتابوں کو دیکھا کرتے تھے لہذا میں نے بھی انہیں کا مذہب اختیار کر لیا

یہ تھیں ائمہ فقہ و حدیث کی تصریحات اور یہ تھا ان کا طرز عمل امام ابو حنیفہ کی تصانیف کے بارے میں۔ اب ذرا اس پر بھی نظر ڈالئے کہ کتاب الآثار کی تصنیف نے اس فن کی تدوین پر کیا اثر ڈالا۔ روایات کی تبویب اور حسن ترتیب کے سلسلے میں امام ابو حنیفہ نے جو طریقہ اختیار کیا تھا۔ بعد کے تمام مولفین نے اسی کو قائم رکھا۔ موطا کی ترتیب بھی اسی کو سامنے رکھ کر کی گئی، اسی طرح روایات کے انتخاب اور ان کی صحت کے بارے میں امام ابو حنیفہ نے جو معیار قائم کیا تھا۔ بعد کے ارباب صحاح نے باوجود اختلاف ذوق کے اس کا پورا پورا خیال رکھا۔ روایت سے احتجاج کے باب میں

امام ابو حنیفہ نے اپنا طرز عمل یہ بتایا ہے۔

انی آخذ بکتاب اللہ اذا وجدتہ فما لم اجدہ فیہ اخذت بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والآثار الصحاح عنہ التی فشت فی ایدی الثقات

(مناقب صیمری)

میں مسئلہ کو جب کتاب اللہ میں پاتا ہوں تو وہیں سے لیتا ہوں۔ اور جو وہاں نہ ملے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپکی ان صحیح احادیث سے لیتا ہوں جو ثقات کے ہاتھوں شائع ہو چکی ہیں۔

امام سفیان ثوری نے آپکے اس طرز عمل کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے

یاخذ بما صح عندہ من الاحادیث التی کان یحملہا الثقات وبالآخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء ، از حافظ عبد البر ۱۴۲)

جو احادیث ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور جن کو ثقات روایت کرتے چلے آئے ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہو تو اسی سے لیتے اور اخذ کرتے ہیں۔

"کتاب الآثار" میں امام ابو حنیفہؒ نے ان ہی "آثار صحاح" کو جن کی اشاعت ثقات کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے۔ جمع کر دیا ہے۔ امام ممدوح اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری افعال کو معیار اول اور آثار صحابہ و تابعین کو معیار ثانی قرار دیا ہے۔ غور کیجئے بعینہ یہی طرز امام صاحب کے تتبع میں امام مالک نے موطا میں اختیار فرمایا ہے۔ جو بقول شاہ عبد العزیز محدث دہلوی "اصل و ام صحیحین است" اس اعتبار سے کتاب الآثار "ام الام" ہوئی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے عجالہ نافعہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ

صحیح بخاری و صحیح مسلم ہر چند در بسط و کثرت احادیث دہ چند موطا باشند، لیکن طریق روایت احادیث وتمیز رجال وراہ اعتبار و استنباط از موطا آموختہ اند

صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہر چند کہ بسط و کثرت احادیث کے اعتبار سے موطا سے دس گنی ہیں، لیکن روایت احادیث کا طریقہ، رجال کی تمیز اور اعتبار و استنباط کا ڈھنگ موطا سے ہی سیکھا ہے،

ادھر فقہائے محدثین کا عالم یہ ہے کہ انہوں نے ترتیب مضامین تو درکنار اپنی تصنیفات کے نام تجویز کرنے میں اسکی ہم آہنگی کی، چنانچہ امام ثلجی نے اپنی کتاب کا نام "تصحیح الآثار" اور امام طحاوی نے "معانی الآثار" اور "مشکل الآثار" اور امام طبری" نے "تہذیب الآثار" رکھا

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے "کہ کتاب الآثار سے پہلے حدیث کی کوئی کتاب ابواب پر مرتب نہ تھی"، کتاب الآثار تصنیف ہوئی تو حدیث کی تبویب کا رواج ہوا اور چونکہ اس میں تبویب کے ساتھ ساتھ صحیح روایات کے درج کرنے کا التزام تھا، اس لئے بعد کو ابواب پر تصنیف کے لیے یہ ضروری سمجھا گیا کہ جہاں تک ہو سکے صحیح ترین روایات درج کتاب کی جائیں، چنانچہ حافظ سیوطی "تدریب الراوی میں لکھتے ہیں ان المصنف علی الابواب انما یورد اصح ما فیہ لیصلح للاستدلال

ابواب پر تصنیف کرنے والا اس مضمون کی صحیح تر روایات کو لاتا ہے جو استدلال کے لائق ہو

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حسن ترتیب، جودت تالیف، صحت روایات اور ان کے انتخاب میں کتاب الآثار نے بعد کی تصنیفات پر کتنا عمدہ اثر ڈالا ہے۔